ڈیڈیکیشن

ان چند اوراق کا تحفہ جدید تعلیم یافتہ جماعت کے نام پر عموماً اور طلباء سابق و حال محمدن کالج علی گڈھ کے نام پر خصوصاً کیا جاتا ہی *

خادم

موسیٰ

مشرف منزل، علی گڈھ:
یکم اپریل سنہ ۱۹۱۲ ع

دیباچۂ اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب سے میں نے اس مختصر رسالہ کو ختم کیا اور اب جبکہ یہہ ناظرین کے سامنے پیش ہورہا ہی ایک معقول مدت کا وقفہ درمیان میں گذر گیا ہی — ختم کرنے کے بعد فوراً یہہ رسالہ چھپنے کی غرض سے پریس میں بھیجدیا گیا تھا ' مگر کچھہ ایسے وجوہات پیش آتے رہے کہ محض اتفاقاً رسالہ کا چھپنا ملتوی ہوتا رہا ؛ اور اب یہہ نوبت پہنچی کہ یہہ رسالہ ناظرین کے ملاحظہ میں پیش ہونے کے قابل ہوا " کل امر مرہون باوقاتہا " — اس رسالہ کے دوسرے دیباچہ سے معلوم ہوجائے گا کہ جس زمانہ میں یہہ رسالہ لکھا گیا تھا اس زمانہ میں صرف مسلم یونیورسٹی ہی ایسا مسئلہ تھا کہ مسلمانان ہند اس کی جانب ہمہ تن مصروف تھے ' اور اسی جانب توجہ دلانا اُس دیباچہ میں بھی ضروری سمجھا گیا تھا ٭

گو اصلی رسالہ کے مضامین اس قسم کے ہیں کہ اگر چند سال پہلے لکھے جاتے یا چند سال بعد ناظرین کے سامنے پیش ہوں تو بھی اُن میں کسی قسم کا ہرج واقع نہیں ہوسکتا ' لیکن اس میں جو ضمنی تذکرے آگئے ہیں یا اُس کا دیباچہ جن معاملات کی جانب قوم کو متوجہ کررہا ہی اُس کو دیکھتے ہوئے اگر یہہ رسالہ بغیر کسی دوسری تمہیدی تحریر کے ناظرین کے سامنے پیش ہوگا تو مولف پر قوم کے موجودہ حالات سے بے پروائی یا کم از کم ناواقف ہونے کا الزام لگایا جاسکتا ہی — تالیف رسالہ کے ختم ہونے اور طبع ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں پہونچنے کے درمیان جو عرصہ گذرا ہی اُس میں مسلمان قوم پر دنیا میں جو واقعات گذر رہے ہیں وہ ایسے نہیں ہیں جن سے مولف ناواقف ہو یا جن کا اس کے دل پر اثر نہ ہو — مراکو کی تباہی ' ایران کی مصیبت ' مشہد مقدس کی بربادی ' ترپولی پر اٹلی کا دندان آز ' بلقانی اتحادی اور ترکوں کی جنگ ' یہہ ایسے اہم واقعات ہیں جنہوں

نے ہر ایک مسلمان کو (جس کے دل میں ذرا سا بھی احساس کا مادہ ہے) چار دانگ عالم میں پریشان کر رکھا ہے اور جن کو مسلمان اپنی قوم کی من حیث المجموع غلامی کا پیش خیمہ سمجھتے ہیں — اہل اسلام پر جو عام تباہی آئی ہوئی ہے اُس نے بعض سطحی خیال والوں میں یہہ وہم پیدا کردیا ہے کہ " اہل اسلام سے خدا ناراض ہے " یا " مذہب اسلام میں ایک کامیاب دنیوی زندگی برتنے کا مادہ مہیا نہیں کیا گیا " — مگر مذہب اسلام کے احکام پر غور کرنے سے ان سطحی خیالات کا بطلان ہوتا ہے اور صاف ثابت ہوجاتا ہے کہ اسلام کی بنا میں دنیا اور دین دونوں کی بھلائی پورے طور پر ملحوظ رکھی گئی ہے ' جیساکہ متن رسالہ سے اچھی طرح معلوم ہوسکتا ہے *

اسلام کی گذشتہ تاریخ پر غور کرنے سے ہم کو یہہ ثبوت مل جاتا ہے کہ اس مقدس مذہب کے غلاموں نے اہل اسلام کی دنیوی کامیابی کی ہر ایک براعظم میں دھوم ڈالدی تھی — یہاں پہونچ کر معترض کی جانب سے یہہ سوال ہوسکتا ہے کہ دنیا کے مسلمانوں کی موجودہ نکبت اور ادبار کی پھر کیا وجہ ہے ؟ اس کا صرف یہی جواب ہے کہ آج کل کے مسلمان خواہ وہ ہندوستان میں ہوں یا مصر میں ' ترکی میں ہوں یا امریکہ میں صرف نام کے مسلمان ہیں — ارکان اسلام کی پابندی (جو دنیوی ترقی کی کنجی ہے اور قرون اولی کے مسلمانوں نے جس کے ذریعہ سے ربع مسکوں میں تہلکہ ڈالدیا تھا) اُس کی جانب سے ہر ملک کے مسلمانوں میں انتہائی سستی چھائی ہوئی ہے - اداے فرائض کی جانب سے خود ہمارے رہنما اور لیڈر غافل ہو رہے ہیں — منہیات شرعیہ شیر مادر ہورہے ہیں ؛ دل میں کچھہ اور ظاہر میں کچھہ اور — اس سے کوئی مسلمان مشکل سے خالی ملیگا — جو لوگ قومی ادبار کا راگ گاتے ہیں ' جو لوگ قوم کے بیدار کرنے کے لئے پلندوں کے پلندے کاغذ ' منوں روشنائی اور بے شمار قلم روزانہ صرف کرتے ہیں ' یہاں تک کہ جو لوگ ممبروں پر بیٹھہ کر قال اللہ وقال الرسول سناتے ہیں ' اُن میں بھی اگر تلاش کی جائے ' تو مشکل سے ہزاروں میں ایک آدہ ہی ملیگا جو ظاہر اور باطن ' عملاً اور قولاً پورے طور پر مسلمان کہلانے کا مستحق ہو — غرض مسلمانوں کی موجودہ حالت سخت

مایوسی بخش ہے جس کے واسطے ایک جداگانہ رسالہ لکھا جاسکتا ہے — اگر خدا نے چاہا تو اس بارہ میں کسی دوسرے مستقل رسالہ میں کچھ عرض کرونگا — یہاں یہہ مختصر کیفیت اس لئے لکھدی ہے تاکہ معلوم ہوجائے کہ مسلمانوں کی موجودہ نکبت و ادبار کا باعث اسلام کی تعلیم کا نقص نہیں ہے ' بلکہ اہل اسلام کی مذہب اسلام کی کامل تعلیم اور اُس پر عمل کی جانب سے غفلت مسلمانوں کی تباہی کا حقیقی سبب ہے — خدا ہمارے حال پر رحم کرے اور مسلمانوں کو توفیق دے کہ اسلام کی مکمل تعلیم اور اُس پر عامل ہونے کی طرف توجہ کریں ' تاکہ اُن کا موجودہ ادبار اس دنیا میں رفع ہو اور آئندہ جہان میں خدا اور خدا کے رسول کے سامنے سرخرو ہو کر پیش ہوں — اور سب مسلمانوں کے طفیل میں خدائے تعالیٰ مجھے بھی عمل کی توفیق عطا فرمائے — وہو علیٰ کل شی قدیر *

مشرف منزل ' علی گڈھ : — خادم

۲۱ مارچ ۱۹۱۳ ع — موسیٰ

دیباچۂ دوم

آج کل جبکہ مادی کشمکش نے مشرق سے مغرب تک اپنا قبضہ کر رکھا ہے، جبکہ مادی اور دنیوی ترقی ہر فرد کا منشائے اصلی قرار پا چکا ہے اور جبکہ بنی نوع انسان کا ایک جم غفیر تصویر کے صرف ایک ہی رخ کی جلا کرنے اور اُس کو آراستہ کرنے میں ہمہ تن مصروف ہے، ایسے نازک وقت میں مذہب جیسے روکھے سوکھے مضمون پر کچھ لکھنا اور یہ سمجھنا کہ اُس پر توجہ کی جائیگی ایسا خیال ہے جس کو "محال وجنون" نہایت آسانی سے کہا جاسکتا ہے — بیشک مادی ترقی بھی ایک ضروری چیز ہے اور اگر صفائی قلب کے ساتھ اسکی بھی کوشش کی جائے تو نہایت مفید ہو، مگر روحانی نگہداشت کی جانب سے بالکل بے پروا ہوجانا کوئی عقلمندی کی علامت نہیں ہے — کیا "انسان" صرف پیدایش سے قبر تک "انسان" رہتا ہے؟ کیا ایسی اشرف المخلوقات کے وجود کی حقیقت صرف یہی پچاس سوسالہ دنیاوی زندگی ہے؟ کیا وہ انسان جس کا یہ دعوے ہے کہ "تمام موجودہ کائنات قدرت میرے ہی واسطے ہے" صرف پچاس سو ہی برس کے واسطے اس کائنات کو برتنے کے لیئے آتا ہے، اور بس اُس کے بعد قطعی نابود ہو جاتا ہے؟ کیا انسان جیسی مفید مخلوق صرف اتنی ہی قلیل مدت کے واسطے ہے جس کی قلت اور تمام کار خانہ قدرت کی کثرت اور طوالت زمان میں باہمی کوئی اعدادی نسبت ہی نہیں دی جاسکتی؟ یہ سوالات ضرور عقلا کی توجہ کے قابل ہیں — اگر ان سوالات کا جواب "ہاں" میں دیا جائے، تو زاہدان خشک کا یہ فتویٰ کہ پھر اس تھوڑی سی مدت کے واسطے یہ مصروفیت کہ اپنے آپ کو مادی ترقی کی کشمکش میں مبتلا کرکے پریشان کیا جائے فضول ہے، ضرور قابل توجہ ہے — مگر نہیں — اگر غور کیا جائے تو تمام مذکورہ بالا سوالات کا جواب صرف اثبات میں نہیں ہے — کیونکہ موجودات دنیا کی حقیقت پر غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ فنائے مطلق تو ایک بے معنی لفظ ہے — تمام دنیا تبدیلی میں ضرور مصروف ہے اور اُس تبدیلی کے اثر سے

انسان بھی مستثنیٰ نہیں ہے — کسی نامعلوم حالت سے تبدیل ہوکر دنیا
میں انسان آتا ہے — ایک مدت تک یہاں کی تبدیلیوں (بچپن ،
لڑکپن، جوانی ، بڑھاپے) میں مبتلا رہکر ایک دوسری تبدیلی حاصل
کرتا ہے جس کو کہا جاتا ہے کہ " انتقال " ہوگیا — اس دوران
تبدیلی میں اُس کو مختلف مادی اشکال اختیار کرنی پڑتی ہیں —
کہیں ملائم گورا سا چھوٹا بچہ ہوتا ہے ، پھر اُس کے اعضا نشو ونما پاتے
ہیں، پھر اُن میں اضمحلال شروع ہوتا ہے، پھر وہ مٹی اور خاک میں مل
جاتے ہیں؛ مگر ایک چیز ہے جو ہمیشہ اُس کے ساتھہ رہتی ہے وہ کبھی
جدا نہیں ہوتی، چاہے وہ بچہ ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، یا انتقال کر جائے —
اُس خاص حالت کو روحانی حالت کہتے ہیں جس کی جانب سے
دنیا میں ہمیشہ بےپروائی رہی ہے اور اب بھی ہے — جن لوگوں
نے اسباب پر غور کیا ہے کہ پیدایش سے پہلے انسان کیا تھا اور اس
دنیا میں آنے کے بعد کیا ہے اور موت کے بعد کیا ہوگا ؟ وہ اس نتیجہ
پر پہونچے ہیں کہ جیسا اس دنیا کی فضا میں آکر اُس دنیا کی ترقی
کی جانب سے غافل ہوجانا انسان کے حق میں مضر ہے ویسے ہی
آیندہ بعد موت زندگی یا تبدیلی کی جانب سے اور اُس کے نتایج پر
غور کرنے سے بےپروا ہوجانا کوئی عقلمندی نہیں ہے ٭

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس میں دنیا اور آخرۃ دونوں کی بھلائی کے
ذرایع بتائے گئے ہیں — مگر ملک اور قوم کی بدقسمتی سے اسلام کی
نسبت عام خیال کرلیا گیا ہے کہ وہ بھی مثل بعض دوسرے مذاہب کے صرف
روحانی ترتیب و تربیت کے واسطے ہے، یا وہ بھی جدید خیالات کی رفتار
کے مطابق فضول اور بیکار چیز ہے — آج کل کی اعلیٰ تعلیم کا (جس کو
میں اس لئے ناقص تعلیم کہونگا کہ اُس میں آخرۃ سے قریبا
کچھہ سروکار ہی نہیں رکھا گیا اور جس میں مذہب اور
اُس کی برکات کی جانب ذرا بھی توجہ نہیں ہے) یہہ اثر ہوا
ہے کہ بہت سے تعلیم یافتہ مذہب کی جانب سے بےپروا ہوجاتے ہیں
اور اس پر خیال بھی کرنا بیکار سمجھنے لگتے ہیں — عام طلبا کے ساتھہ ہی
ان خیالات سے مسلمان طلبا بھی متاثر ہوتے ہیں ، کیونکہ آج کل کی
یونیورسٹیوں کی خشک دنیوی تعلیم کے ضخیم کورسوں کے رٹنے سے

ہمارے تعلیم یافتوں کو اتنی فرصت نہیں ملتی کہ دوران تعلیم میں مذہب کی جانب بھی متوجہ ہوں اور اس پر غور کریں *

ان حالات پر نظر کرکے سنہ ۱۹۰۹ ع کے آخری حصہ میں مجھکو خیال پیدا ہوا کہ مذہب اسلام کی دنیوی خوبیوں پر ایک مختصر رسالہ لکھا جاے تو غالبا مفید ہو ۔ چنانچہ اس رسالہ کے چند حصے " محمدن اینگلو اورینٹل کالج میگزین " (علی گڈہ) میں شایع ہوئے ۔ اُس کے بعد یہہ سلسلہ کثرت مصروفیت کی وجہ سے منقطع ہوگیا ۔ پھر گذشتہ سال مراد آباد کے مشہور اخبار نیر اعظم نے انعامی مضامین کے مقابلہ کا اعلان شایع کیا جس میں ایک مسئلہ " اسلام اور اصول تمدن " بھی تھا ۔ میں نے اس مسئلہ پر مضمون لکھا جو اس مقابلہ میں اول رہا اور ۱۹ جنوری سنہ ۱۹۱۱ ع کے " نیر اعظم " میں شایع ہوا ۔ اس دوران میں اور بھی اکثر مذہب کے متعلق مضامین مختلف رسالوں اور اخباروں میں لکھتا رہا ؛ اور اب ان اوراق کے ذریعہ سے اپنے خیالات ایک مکمل لیکن مختصر رسالہ کی صورت میں ناظرین کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔ گو یہہ مضمون ایک ضخیم کتاب کی صورت میں پیش ہوسکتا ہی ' مگر اپنے تعلیم یافتہ بھائیوں اور زیر تعلیم عزیزوں کی کثرت مصروفیت کو خیال کرتے ہوئے میں سمجھتا ہوں کہ بجاے ضخیم کتاب کے ایک مختصر رسالہ زیادہ مفید ہوگا ۔ اگر ناظرین نے توجہ کی تو ممکن ہی کہ آیندہ اس سے زیادہ ضخیم صورت میں اس مضمون پر کچھہ اور پیش کیا جاسکے *

اکثر تالیفات کو کسی بڑے امیر یا کسی بڑے عالم یا اُس فن سے کسی خاص دلچسپی رکھنے والے شخص کے نام سے معنون کرنے کا دستور ہی ۔ مگر میں اس رسالہ کو ایسے گروہ کے نام سے معنون کرتا ہوں جس کو مذہب سے (جو ان سطور کا موضوع ہی) کوئی دلچسپی نہیں کہی جاتی ۔ مجھکو اُمید ہی کہ ہمارا تعلیم یافتہ گروہ ان سطور پر نظر غائر ڈالنے کی تکلیف گوارا کریگا *

خادم

موسیٰ

مشرق منزل ، علی گڈہ !

یکم اپریل سنہ ۱۹۱۲ ع

تمہید

ہم دیکھتے ہیں کہ علم کے ایک حصہ سائنس کی تیز اور چمکدار کرنوں نے علمی دنیا کو بالکل خیرہ کردیا ہی یہاں تک کہ اُن کی نظر ان شعاؤں سے متاثر ہوتی ہی کہ اُن کی نکتہ چیں نگاہ اخلاق کی شاہراہ کے حقائق تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتی — مذہب جو معلم اخلاق ہی صرف اُس کا نام آتے ہی ایسی حقارت کی نظر اُس پر ڈالی جاتی ہی گویا کہ وہ محض ایک احمقانہ اور غیر ضروری خیال ہی — اگر یہہ حضرات مہربانی کرکے معاملہ کے دونوں پہلوؤں پر بجائے سرسری کے نظر غائر ڈالنے کی تکلیف گوارا کریں اور معائب و محاسن دونوں سے بحث کرکے پھر مذہب کو بے فائدہ اور بے وقوفی کا خیال کہیں، تو ہم کو زیادہ جائے شکایت باقی نہیں رہتی — ہم کو تو افسوس اس بات کا ہی کہ (جیساکہ ہم اوپر لکھہ چکے ہیں) اس پر غور کرنا ہی تضیع اوقات سمجھا جاتا ہی — ہم اگر مذہب کو بالکل خیر باد کہہ دیں گے تو ہمارے پاس نیک و بد کی شناخت کا کونسا پیمانہ باقی رہ جائے گا؟ کیا مطلق العنان انسان جو اپنے آپ کو کسی قانون و آئین کا پابند نہ سمجھے، مہذب کہلائے جانے کا مستحق ہی؟ اگر ایسا ہی تو کیوں ہم ایک پاگل آدمی کو اعلیٰ درجہ کا تہذیب یافتہ نہ خیال کریں جو تمام قیود سے آزاد ہی؟

لیکن ہم بڑی غلطی کرینگے اگر ہم صرف ایک ہی فریق کو اس کا الزام دیں، نہیں بلکہ ہمارے تعلیم یافتہ بھائی مجبور ہیں — اُن کو مذہب اسلام کا صرف وہ پہلو دکھایا جاتا ہی جس کو آج کل کے کچھہ ملاؤں نے اپنی رنگ آمیزیوں سے بالکل بھونڈا، کمزور اور نفرت و حقارت انگیز کردیا ہی — اُس کا مثل آئینہ کے روشن چہرہ ایسا زنگ آلود کردیا گیا ہی جس سے اُس کی خوبیاں بالکل چھپ گئی ہیں — مگر درحقیقت وہ ایسا مکروہ نہیں ہی، بلکہ نہایت شفاف اور چمکدار ہی — سر سید احمد خاں مرحوم نے اس مقدس مذہب کے نورانی چہرہ سے گرد و غبار چھڑانے کی کوشش

کي تهي، ليکن اُن کي عمر ختم هوگئي اور اُن کي يهه مشن قريب قريب ناکامياب رهي *

امريکا کے سائنٽيفک گروه ميں ايک خيال پيدا هوا هی که آينده زندگي کي اُميد موهوم پر (جس پر کامل يقين کرليني کے ليئے اُن کے نزديک کوئي کافي دليل يا عقلي شهادت نهيں هی) کس ليئے هم اپنے آپ کو کسي خاص مذهبي حد ميں مقيد کرليں اور اپني نفساني خواهشات کو روکنے کي بالکل بے فائده تکليف گوارا کريں جب تک که ايسي روک ٹوک سے همارے موجوده زندگي ميں هم کو اُس کے فوائد يا مضرتيں محسوس نه هوں — ايسے هي توهمات کا کافي جواب نه پاکر همارے نئے تعليم يافته نوجوانوں کے خيالات مذهب کي جانب سے بے پروا اور حقارت آميز هوجاتے هيں — همارے حاميان مذهب کا فرض هی که ايسے متجسسين کے سامنے معقول پيرايه ميں حقائق مذهب پيش کريں جس سے معترضين کو تسکين هو — بالکل سچ هی جب تک کوئي خيال هم کو علانيه ايسا فائده نه پهنچائے جس کو هم اپني زندگي ميں محسوس نه کرسکيں اور کسي سائل کي تسکين اُسي فائده ظاهري کو دکها کر نه کرسکيں ، اُس وقت تک هم کو کوئي عقلي مجبوري نهيں هی که اپنے آپ کو کسي خيال کا پابند کريں — بے شک سچا مذهب وهي هی جس کي پابندي ميں دنيا اور آخرت دونوں کي بهتري هو اور اُس کي پابندي کے عمده نتائج نه صرف آينده زندگي ميں معلوم هوں ، بلکه همارے موجوده زندگي يعني اس دنيا ميں بهي مفيد ثابت هو — جس مذهب ميں يهه دونوں خوبياں هوں وهي سچا هونے کا دعوی کرسکتا هی — همارا خيال هی که يهه خوبي صرف همارے مقدس مذهب اسلام ميں هے که اُس کے احکامات اور معاملات دين اور دنيا دونوں کے واسطے يکساں مفيد يا مضر هيں — علاوه روحاني فوائد کے اُن کي پابندي کي موجوده زندگي ميں بهي نهايت ضرورت هی - بغير اُن پابنديوں کے هم پورے مهذب کهلائے جانے کے مستحق نهيں هيں — اسلامي احکامات کي پابندي سے هم کو وه دنياوي فوائد حاصل هوتے هيں جن کا اثر همارے طرز معاشرت ، همارے تمدن اور همارے اخلاق پر پڑتا هی اور جن کي عدم پابندي

سے ہماری یہہ تمام حالتیں ناقص رہ جاتی ہیں — امتداد زمانہ کے ساتھہ ہمارے مقدس مذہب اسلام کی تعلیم اقوام متمدنہ بھی تسلیم کرتی جاتی ہیں — گو زبان سے اقرار نہ کریں ' لیکن اس مقدس مذہب کے احکام کی تعمیل وہ ضرور کرتی ہیں — کانفرنسیں اور قومی اجتماع (جو کہ اعلیٰ درجہ کا ترقی کا ذریعہ سمجھا جاتا ہی) اُس کا حکم ہمارے قرآن میں موجود ہی جہاں کہا گیا ہی " و شاورھم فی الامر " — اس آیت میں ہم کو باہمی مشورہ کی ہدایت کی گئی ہی — یورپ نے اب ٹیمپرنس سوسئٹی کے فوائد محسوس کئے ہیں ' ہم کو، تیرہ سو برس پہلے سے شراب کی برائیاں جتاکر ترک شراب کی ہدایت ہوچکی ہی — غرض تمام مذہب اسلام کے احکامات ایسے ہی ہیں جن کی تعمیل تکمیل کار و بار دنیوی کے واسطے نہایت ضروری ہی — اسلام کے روحانی فوائد پر تو ہزارہا کتابیں لکھی جاچکی ہیں ' لیکن دنیاوی فوائد بیان کرنے کی جانب بہت کم توجہ کی گئی ہی جس کی بے حد ضرورت ہی — ہم نے اسلام کے دنیاوی فوائد پر یہہ مختصر رسالہ لکھا ہی جس کو ہم موجودہ اور آیندہ تعلیم یافتہ مسلمانوں کے سامنے عموما اور اپنے محمدن کالج علی گڈہ کے طلبا کے سامنے خصوصا پیش کرتے ہیں — ہم کو اُمید ہی کہ ہمارے مخاطب ہماری گذارشوں پر خاص توجہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں گے ؏

مذہب اسلام اور دنیا اور آخرت کی بہتری پر اُس کے احکامات کا اثر

اس مبحث میں "مذہب اسلام" "دنیا" اور "آخرت" تین چیزیں ہیں جن کی تشریح موضوع پر بحث شروع کرنے سے پہلے کردینا ضروری ہی *

"مذہب اسلام"- اس سے وہ مجموعہ احکامات اس تحریر میں مراد لیا گیا ہی جس پر عمل کرنا از روے قرآن مجید ہر مسلمان پر لازم کیا گیا ہی - اُن احکامات میں سے بعض کی تفصیل آیندہ ان صفحات میں بیان کی جائیگی *

"دنیا"- یہہ ایک ایسا وسیع لفظ ہی جس میں تمام مخلوق شامل ہوسکتی ہی - ہیئت کی جدید تحقیقات کے مطابق ہمارا کرہ ارض نظام شمس کے تابع ہی - نظام شمس بہت سے ثوابت اور سیاروں سے مرکب ہے جن میں سے بعض کی جسامت کرہ ارض سے کئی گنی بڑی بیان کی جاتی ہی- یہہ بھی تحقیقات سے ثابت ہوا ہی کہ ایسے لاانتہا نظام شمس اپنی زمینوں اور سیاروں کو اپنے ساتھہ لئے ہوئے فضاء محیط میں گردش کر رہے ہیں - حقیقت میں دنیا اس تمام مجموعہ کا نام ہی — یہہ زمین جس پر ہم اور آپ ہیں ، جس پر ہماری آسایش کے تمام سامان ہیں ، جس پر بھاپ اور بجلی کی ریلیں ادھر اُدھر دوڑتی پھرتی ہیں ، جس پر ہوائی جہاز اور وائر لیس ٹیلیگرافی کی آزمایشیں ہو رہی ہیں یہہ زمین معہ اپنے تمام حیرت انگیز سامان کے "دنیا" کا ایک ادنیٰ ترین ٹکڑا ہی - خیر اُس مینڈک کی طرح جو ایک چھوٹی مٹکی میں بند ہوکر اُسی کو دنیا سمجھہ لیتا ہی ، ہم دنیا سے یہاں صرف کرہ ارض اور اُس کے تمام لوازمات مراد لیتے ہیں — اس دنیا سے انسان کا تعلق اُس وقت سے شروع ہوجاتا ہی جب سے کہ وہ بطن مادر میں نشو و نما پانا شروع کرتا ہی ، اور یہہ تعلق اُس وقت

تک قایم رهتا هی جبکه انسان کي روح اس مادہ جسم سے مفارقت کرجاتي هی *

" آخرت "روح اور مادہ کي مفارقت کے بعد جو تعلقات قایم هوجاتے هیں اور جو حالات پیش آتے هیں اور جہاں یہہ حالات پیش آتے هیں اُس کو آخرت کہتے هیں — آخرت سے همنے جو کچھہ یہاں مراد لیا هی وہ ایسي یقیني حالت هی جس سے انکار کرنے کے واسطے کوئی عقلي شہادت نہیں هی ' اور کوئي دلیل ایسي نہیں پیش کي جاسکتي هی جس سے اس حالت کا انکار هوسکے — اس دنیا میں هر ایک انسان کو تین حالتیں بھگتنا پڑتي هیں — اول پیدا هونا ' دوسرے چند روز اس دنیا میں رهنا اور تیسرے مرجانا — ان میں سے هر ایک واقعہ هر ایک انسان پر ضرور گذرنے والا هی — ان واقعات سے نہ هم سے پہلے جو انسان گذرے اُن کو مفر هوا ' نہ هم کو ان واقعات کے گذرنے سے مفر هوگا اور نہ همارے بعد جو لوگ اس دنیا میں آئیں گے وہ ان تینوں حالتوں سے بچ نہ سکیں گے — کسي بڑے محقق کا قول هی " تمہاري پیدایش تمہارا پہلا قدم موت کي جانب هی " — شعر

یہہ اقامت تجھے پیغام سفر دیتي هی

زندگي موت کے آنے کي خبر دیتي هی

غرض تمہاري تیسري حالت مرنا یا موت کا آنا ایک ایسا حیرت انگیز واقعہ هي جس کي نسبت کچھہ سمجھہ میں نہیں آتا کہ کیا بات هی — اتنا تو هم سمجھہ سکتے هیں کہ اگر موت نہ هوتي اور هر ایک انسان جو پیدا هوتا وہ اس دنیا میں همیشہ رهتا ' تو یہہ دنیا نسل انسان کے واسطے ایک ایسي صعوبت اور سختي هوتي جو کاٹے نہ کٹتي — دنیا کا پیداوار نسل انسان کي غذا کے واسطے کافي نہ هوتا ' رهنے کو جگہ نہ ملتي ' انسان کي روز افزوں نسل کے سواے اس سطح زمین پر کچھہ نہ هوتا — غرض وہ هل چل هوتي کہ خدا کي پناہ — ذرا اُس حالت کا تصور کیجئے — پھر موت میں جو حکمت مضمر هی وہ سمجھہ میں آجاتي هی اور اقرار کرنا پڑتا هی کہ مرنا بھي انسان کے واسطے ایک نعمت هی — خیر ' آخر یہہ موت هی کیا چیز ؟ مرنے کے

بعد انسان کا تمام جسم موجود ہوتا ہی ؛ اُس کے ہاتھہ ، پاؤں ، کان ، ناک سب ہوتے ہیں ، ان میں یہ ظاہر تغیر نہیں ہوتا ؛ مگر کیا بات ہوجاتی ہی کہ وہ جسم نہ بولتا ہی ، نہ اپنی تکلیف اور راحت کا اظہار کرتا ہی ، اور نہ کھانے کی خواہش کا اظہار کرتا ہی ، نہ پانی مانگتا ہی — یہہ واقعہ روز مرہ ہماری آنکھوں کے سامنے گذرتا ہی کہ ایک مریض ابھی اپنے زخم کی تکلیف یا درد یا تشنج سے چلا رہا ہی ، تیمارداروں اور معالجوں سے فریاد کررہا ہی اور کراہ رہا ہی کہ یکایک موت نے آکر اُس پر قبضہ کرلیا — اب نہ اُس کی تکلیف معلوم ہوتی ہی اور نہ درد یا تشنج کا اظہار ہوتا ہی ، نہ اُس کو تیمارداروں اور معالجوں سے تعلق رہتا ہی ، ایک خاموشی ہی جو ہمیشہ کے واسطے اُس پر طاری ہوجاتی ہی * شعر

مردہ کچھہ سنتا نہیں چلا کے روتے ہیں رفیق
دم میں کتنا فاصلہ اللہ اکبر ہوگیا

اسی پر غور کرنے سے اتنا ضرور معلوم ہی کہ مرنے کے بعد کوئی خاص چیز انسان کے جسم سے جدا ہوجاتی ہی یا جدا کرلی جاتی ہی — وہ ایسی چیز ہی کہ جب تک قفس عنصری میں موجود تھی ، جب تک اُس چیز کا اور اس قالب خاکی کا ساتھہ رہا ، یہہ کالبد خاکی بولتا تھا ، دیکھتا تھا ، کھاتا پیتا تھا ، اپنی راحت و کلفت کا اظہار کرتا تھا ، مگر جبکہ وہ چیز اس جسم سے جدا کرلی گئی تو اس جسم کی وہ تمام صفات رخصت ہوگئیں اور یہہ جسم ایک مٹی کے ڈھیر کی طرح باقی رہ گیا — اس باقی ماندہ جسم کا حشر تو معلوم ہے اور ہم روز دیکھتے ہیں کہ وہ جسم مٹی میں مل جاتا ہی یا لقمۂ حشرات الارض ہوجاتا ہی — مگر وہ چیز جو اس جسم سے جدا کرلی جاتی ہی اور جس کا نام "روح" ہی اس پر کیا حالت گذرتی ہی ؟ یہہ ایک لاینحل معمہ ہی جس کو نہ کوئی حل کرسکا نہ کوئی حل کرسکتا ہی — "کانرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد" — انسان جسم خاکی اور اُس چیز سے مرکب ہی جس کو ہم روح کہتے ہیں — اس کی ایک اور صاف دلیل ہی — اکثر ایسے حادثات پیش آتے ہیں جن کی وجہ سے کسی انسان کا ہاتھہ یا پاؤں کاٹنا پڑتا ہی — وہ مقطوع عضو بدن سے جدا ہوجاتا ہی ، مگر جس کا

عضو جدا ہوجاتا ہی چند روز کے بعد اُس کو خیال بھی نہیں ہوتا ہی کہ اُس کا مقطوع عضو کہاں گیا — ہم اپنے بال اور ناخن ہمیشہ کترواتے ہیں - یہہ بھی جسم انسانی کے جز ہیں ' مگر ہم کو خیال بھی نہیں ہوتا کہ ہمارے بال اور ناخون کہاں گئے — بات یہہ ہی کہ مقطوع اعضا ' بال یا ناخن جسم انسانی سے جدا ہونے کے ساتھہ ہی روح سے بھی منقطع ہوجاتے ہیں اور اُس سے اُن کو کوئی تعلق نہیں رہتا - اس سے صاف ظاہر ہی کہ ترکیب انسان میں اس مادی جسم کے ساتھہ ہی کوئی اور شے بھی ہی جس سے ہمارے قواے ارادی اور حواس کا تعلق ہی جس کو روح کہتے ہیں — جو کچھہ حالات جسم خاکی سے جدا ہوجانے کے بعد اس لطیف جوہر پر گذرتے ہیں اور جہاں وہ حالات گذرتے ہیں اُسی کو آخرت کہا جاتا ہی *

اس میرے بیان سے ثابت ہوگیا کہ ہم اور آپ اور تمام نسل انسانی لازمی طور پر اپنی پیدایش کے بعد ایک معتدبہ مدت تک اس دنیا میں رہیں گے اور اس دنیا کے بھلے اور برے حالات بھگتنے کے بعد سفر آخرت اختیار کریں گے اور پھر وہاں کے حالات ہم کو بھگتنا پڑیں گے *

اگر غور کیا جاوے تو دنیا کے جتنے مذہب ہیں سب میں ایسے احکامات اور ہدایتیں ملتی تو ہیں جن میں آخرت کے واسطے تھوڑا بہت بندوبست ہی ' مگر اس دنیا کے واسطے (جس میں ہم کو ایک مدت مدید بسر کرنا ہی ' جس میں اُس جہان کے جانے کے واسطے جس کو آخرت کہتے ہیں بندوبست کرنا ہی ' جس میں اُس جہان کے مفید اعمال کرنا ہیں) کسی مذہب نے کچھہ بھی ہدایت نہیں کی ؛ اگر کی بھی ہی تو بہت ہی تھوڑی ہدایت کی ہی — ہمارے سچے مذہب اسلام کے احکامات کو اگر غور سے دیکھا جاوے تو صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ اس مقدس مذہب کا ہر ایک حکم دنیا اور آخرت دونوں کے واسطے یکساں لحاظ رکھتے ہوئے نافذ کیا گیا ہی ' اور اہل اسلام کو وہ طریقے بتائے گئے ہیں جو اپنے نتیجہ کے لحاظ سے جہاں آخرت کے واسطے مفید ہیں وہاں دنیوی زندگی میں بھی اُن سے لا انتہا فوائد حاصل ہوں - اگر اس مقدس مذہب کے احکامات کو سمجھکر اُن پر پورے طور پر عمل کیا جاوے ' اگر مذہب اسلام کے فرایض اور محرمات کا پورا

پورا لحاظ رکھا جاوے، تو میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ ایسا کرنے والا بلحاظ دنیا کے اس جہان میں ایک اعلی درجہ کا کامیاب آدمی بن جائیگا اور انشاءاللہ آخرت میں بھی صف اولین میں جگہ پانے کا مستحق ہوگا - قرآن مجید (جو خداے تعالے کی جانب سے مسلمانوں کی بلکہ تمام اہل دنیا کی ہدایت کے واسطے بھیجا گیا ہے) اُس پر غور کرنے سے صاف یہہ بات معلوم ہوتی ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کو یکساں بھلائی چاہنے والے انسان خدا کے نزدیک بھی پسندیدہ ہیں - سورہ بقر میں ارشاد ہے : " و منہم من یقول ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ و قنا عذاب النار - اولائک لہم نصیب مما کسبوا واللہ سریع الحساب" یعنی اور جو کوئی اُن میں سے کہتا ہے کہ اے ہمارے رب ہمکو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی دے اور آگ کے عذاب سے بچا یہہ ہی لوگ ہیں جنکو اُس میں حصہ ہے جو اُنہوں نے حاصل کیا اور خدا جلد حساب لینے والا ہے - اسلام کی اس بے نظیر تعلیم کا اُخروی اثر تو انشاءاللہ اُس جہان میں معلوم ہوگا، مگر اسلام کی تعلیم کا اثر دنیوی فوائد پر عملاً ایسا وسیع ہے جس کے خیال سے حیرت ہوتی ہے - اگر تاریخ اُٹھاکر دیکھا جاوے تو مسلمانوں کا ایک ایسا زمانہ ملیگا جبکہ دنیا میں تمام قومیں مسلمانوں کے زیر نگیں تھیں اور مسلمان دنیا کے ایک بڑے حصہ کے مالک تھے، نہ صرف ممالک بلکہ اقوام دنیا کی رہنمائی بھی مسلمانوں کے ہاتھہ میں تھی - ایک طرف یورپ میں اسپین مسلمانوں کے قبضہ میں تھا (جہاں مسلمانوں نے تمام تعلیم گاہیں کھولکر جاہل اہل یورپ کو موقع دیا کہ اسپین کے اسلامی دارالعلوموں میں آکر علوم مفیدہ سے فیض یاب ہوں اور اُس سے دیگر ابناء جنس کو فائدہ پہونچائیں) بائزن ٹائن کی سلطنت کو تحریری ہدایت بھیجی گئی اور جبکہ ایک طویل مدت تک ہدایت کا اثر نہ دیکھا تو بائزنٹائن کو ممالک محروسہ اسلام میں شامل کرلیا گیا - ایشیا میں ایران کے مسرف اور عیاش بادشاہ یزد جرد کو اُس کی حرکات کی جانب خلیفہ اسلام کی طرف سے توجہ دلائی گئی اور اُس کے اظہار تمرد پر ایران کو اس مسرف اور عیاش خاندان کے جوے سے آزاد کردیا گیا - چین کی سلطنت کو عرب سے اسلامی مشن گیا - نجاشی شاہ حبش کے شہروں میں مسلمان جا شامل ہوئے - بقیہ براعظم افریقہ کے بڑے حصہ کے خونخوار باشندوں

کو مسلمانوں نے آدمیت سکھائی - غرض کیا بحیثیت حکمراں ' کیا مصلح بھی آدم اسلام کی ابتدائی چند صدیوں میں مسلمان قوم دنیا میں سب سے بالا قوم تھی جس کی شہادت دنیا کی تاریخ میں برابر مل سکتی ہی ؛ اور ہر ملک کی تاریخ میں موجود ہی کہ اس زمانہ میں تمام کرۂ ارض پر بحیثیت دنیا کی بہتری کے مسلمانوں ہی کو فوقیت حاصل تھی اور تمام دنیا مسلمانوں کا لوہا مانتی تھی - مگر آج مسلمانوں کو یہہ بات حاصل نہیں ہی - وہی مسلمان قوم ہی جس کو یہہ کچھہ عروج حاصل تھا کہ آج ہر ملک میں تباہ اور برباد ہی ' ہر ملک میں اُن کا وجود اہل ملک کے لئے عار و ننگ ہی - ہر ملک میں مسلمانوں کے اوپر قہر و ذلت کی نگاہیں ڈالی جاتی ہیں - اُن کو وحشی سمجھا جاتا ہی - اُن کو تہذیب سے نابلد خیال کیا جاتا ہی - اُن کو انسانیت سے خارج سمجھا جاتا ہی - خراب سے خراب جو صفات ہیں اُن تمام صفات کا ملجا و ماوا آج کل مسلمان ہیں - یہاں تک کہ بعض اغیار کے حلقوں کی جانب سے مسلمانوں کے مذہب کو دنیوی ترقی کا مانع بتایا جاتا ہی - اسلام پر الزام لگایا جاتا ہی کہ یہہ مذہب دنیوی ترقی کی جانب سے بے پروا ہی - مسلمانوں کے مذہب میں دنیوی ترقی کا مواد بھی نہیں بتایا جاتا - بعض کوتہ اندیش سمتوں سے سنائی دیتا ہی کہ مذہب اسلام کا تعلق صرف روحانیت اور آخرت سے ہے ' اس دنیا کے حالات سے اُس کو کچھہ بحث نہیں ہی - اگر صرف آج کل کے مسلمانوں کی حالت دیکھی جاوے ' اگر صرف آج کل کے مسلمانوں کی طرف نظر ڈالی جاوے ' اگر صرف آج کل کے مسلمانوں کی کوتہ نظری و پست ہمتی اور نکبت کا خیال کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ کیوں ہمارے دلوں میں اسلام کی طرف سے شبہات نہ پیدا ہوں ' جو اغیار یا کوتہ اندیش حلقوں کی جانب سے اسلام کی نسبت بیان کئے جاتے ہیں اور جس کی میں بڑے زور سے تردید کروں گا اور دعوے سے کہوں گا کہ مذہب اسلام دنیوی ترقی کا ممد و معاون ہی - مسلمانوں کا مذہب وہ مذہب ہی جس میں "الدنیا مزرعۃ الاخرۃ" کے ذریعہ سے بعد کی دنیا کی جانب بھی اہل اسلام کو توجہ دلائی گئی ہی - مسلمانوں کا مذہب وہ مذہب ہی ، جس میں دنیوی ترقی کا مواد بہت زاید موجود ہی - مسلمانوں

کا مذہب وہ مذہب ہی جس میں دنیا کے انسانی تعلق کا اور اُس
کی بہتری کا اس وجہ سے پورا پورا خیال رکھا گیا ہی کہ آخرت کے
واسطے ذخیرہ اسی دنیا سے اکھٹا کیا جاتا ہی — اگر اس دنیا کی
جانب سے بے پروائی ہوگی تو آخرت کی بہتری کا کیسے بندوبست ہوگا ؟
یہہ اسلام کا وہ اصول ہی جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا - یہی وجہ
ہی کہ مذہب اسلام نے اپنے متبعین اور پیرووں کے واسطے آخرت کی
بہتری کے ساتھہ ہی دنیا کی بہتری اور بھلائی کا انتظام کیا — اگر
مسلمانوں کا مذہب دنیوی ترقی کے خلاف ہوتا ، اگر مسلمانوں کا
مذہب دنیوی ترقی کی جانب سے بے پروا ہوتا ، اگر مسلمانوں کا
مذہب دنیوی ترقی کے مواد کا مجموعہ نہ ہوتا ، تو مسلمانوں کو اس
دنیا میں وہ عروج حاصل نہ ہوتا جس کی شہادت دنیا کی تاریخ دے
رہی ہی کہ عرب کی چھوٹی سی "غیر ذی زرع" وادی کے باشندوں
نے جس کی تیرہ سو برس قبل کی تاریخ محض لوٹ مار ، قتل و فساد
سے مملو ہی ، جہاں کے لوگ تمدن سے قطعی بے بہرہ تھے ، جہاں
عیوب انسانی کو فخر سمجھا جاتا تھا ظہور اسلام کے ساتھہ ہی نہ صرف
عرب کی کایا پلٹ دی ، بلکہ تمام دنیا میں تہلکہ ڈالدیا اور ایک ہی
صدی کے اندر دنیا کا ایک بڑا حصہ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا —
اسلام کے مذہبی احکام اس طریقہ سے بتائیے گئے ہیں کہ روحانی اور
اُخروی بہتری کے ساتھہ ہی دنیا کے کاروبار میں اُن سے پوری پوری مدد
ملے - اگر مذہب اسلام ایسا ہوتا جیسا کہ اغیار اُس پر الزام لگاتے
ہیں یا بعض کوتہ اندیش بیان کرتے ہیں تو مسلمانوں کو ابتدائی
ہجری صدیوں میں وہ کامیابی حاصل نہ ہوتی اور اہل اسلام کو
اقطاع عالم میں وہ عروج نہ حاصل ہوتا جس سے ملکوں کی تاریخیں
بھری پڑی ہیں - اگر مذہب اسلام ایسا ہوتا جیسا کہ اُس پر مذکورہ
بالا الزام عاید کرنے کی کوشش کی جاتی ہی تو آج دنیا میں عرب
سے لیکر چین تک ، ایشیا کوچک سے لیکر کوہستان بلقان اور
فیض مراکو تک ، انگلستان سے لیکر ترکی تک مسلمانوں کی قوم
دنیا کے ہر حصہ میں نہ پھیلی ہوتی ؛ بلکہ عرب ہی کے خطہ میں
چند برس محدود رہکر اسلام (نعوذ باللہ) معدوم ہوگیا ہوتا - مگر
اسلام خدا کا سچا مذہب ہی - اسلام کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کو دنیا

کی اصلاح منظور تھی- اُس نے اپنا یہہ سچا پیغام دنیا کے ہر حصہ میں پہنچایا ؛ تاکہ اہل دنیا اُس کو غور سے سنیں اور اپنی اصلاح کریں اور کسی کو یہہ شکایت باقی نہ رہ جاے کہ ہمارے ملک میں اسلام کی آواز نہیں پہنچی - اُس خدا نے ہدایت کا ایک مجموعہ (قرآن مجید) اپنے نبی برحق حضرت محمد صلعم کے ذریعہ سے اہل دنیا کی عملی اصلاح کی غرض سے بھیجا جس پر جناب نبی اکرم کے زمانہ کے حضرات اور آپ کے دوستوں نے غور کیا - اُس کے احکامات کو نہ صرف سمجھا ؛ بلکہ ہر ایک کام میں اُس کو اپنا رہبر اور قانون واجب العمل بنایا اور اُس پر عمل کیا — اُس کا نتیجہ یہہ ہوا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دنیا میں یہہ لوگ اُس درجہ پر پہنچ گئے جہاں آج کل کی ترقی یافتہ قومیں صدیوں کی کوشش کے بعد بھی ابھی نہیں پہنچیں *

ابتدائی ہجری صدیوں میں مسلمانوں کی ترقی کا یہی راز تھا کہ وہ لوگ احکامات اسلام یعنی قرآن کی پابندی ہر چیز سے مقدم سمجھتے تھے - جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اور مسلمانوں میں احکامات اسلام کی پابندی کی جانب سے سستی آتی گئی ویسے ہی ویسے مسلمانوں کی قوم کو تنزل ہوتا گیا - آج کل کے مسلمانوں کی اس قدر خراب حالت کس وجہ سے ہی ؟ اس کی بڑی وجہ یہہ بھی ہی وہ لوگ احکامات اسلام کی پابندی تو رہی ایک طرف احکامات اسلام پر غور کرنا بھی تضیع اوقات سمجھتے ہیں جس کا صاف یہہ نتیجہ ہی کہ اُن مقدس احکامات کی خوبیوں سے ناواقف اور اُس کے عمدہ نتیجوں سے محروم رہتے ہیں- قرآن مجید جو دنیا اور آخرت کی بہتری کے حصول کا سر چشمہ ہی اور جس میں آخرت کی بہتری اور دنیوی ترقی کے اصول بیان کیئے گئے ہیں اُس کی جانب سے مسلمانوں نے بے توجہی اختیار کرلی ہی - آج کل قرآن مجید کو اول تو کوئی پڑھتا ہی نہیں اور پڑھتے بھی ہیں تو صرف طوطے کی طرح جو حق اللہ ؛ پاک ذات اللہ کہتا تو ہی مگر یہہ نہیں سمجھتا کہ اُس کا کیا مطلب ہی- اگر کسی نے محض قرآن پڑھا بھی تو سمجھنے اور اُس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے — پرانے خیال کے مسلمانوں نے تو یہہ غلط عقیدہ ذہن نشین کرلیا ہی کہ قرآن سمجھنے کا مادہ اگلے لوگوں پر ختم

ہوگیا ، آج کل کوئی قرآن سمجھہ ہی نہیں سکتا — رہے نئے خیال کے مسلمان یا تو قرآن کی جانب اُن کو توجہ نہیں یا کم سے کم اُس کو بغور پڑھنا فضول سمجھتے ہیں — قرآن مقدس کی اصلاحی تعلیم کے متعلق ایک مثال آپ کو بتاتا ہوں — مثلا آج کل اکثر فضول خرچی اور اسراف کی شکایت کی جاتی ہی — اگر قرآن کی طرف رجوع کیا جاوے تو ہم کو ایسی آیات مل جاتی ہیں جن میں اسراف اور فضول خرچی سے منع کیا گیا ہی — قرآن مجید میں ایک جگہ ہی " کلوا وشربوا ولا تسرفوا " کھاؤ پیؤ بیجا خرچ مت کرو — ایک جگہہ حکم دیا گیا ہی " وآت ذاالقربا حقہ والمسکین وابن السبیل ولاتبذر تبذیرا " یعنی اور رشتہ دار ، مسکین اور مسافر کو اُس کا حق دو اور بیجا خرچ مت کرو — تھوڑا آگے چل کر اعتدال کے ساتھہ خرچ کرنے کی ہدایت کی گئی ہی جہاں لکھا گیا ہی " ولاتجعل یدک مغلولتاً الی عنقک ولا تبسطها کل البسط فتقعد ملوماً محسوراً " اپنے ہاتھہ کو گردن میں مت باندہ (یعنی خسیس مت ہوجا) اور بالکل کھولا بھی مت دے (یعنی فضول خرچ بھی مت ہوجا) کیونکہ ایسا کرنے میں تجھکو (ہم چشموںکی) ملامت برداشت کرنا ہوگی اور پچتانا ہوگا — غرض قرآن ایسا مجموعہ احکامات ہی جس میں کوئی بات خواہ وہ سوشیل ہو یا پولیٹکل ہو اُٹھا نہیں رکھی گئی — بزرگوں کا ادب ، والدین کی اطاعت ، تجارت میں ایمانداری ، جھوٹ کی ممانعت ، فضول خرچی کی برائی ، رشتہ داروں کے ساتھہ سلوک ، ہم قوموں کے ساتھہ برتاؤ ، ہمسایوں کے ساتھہ الفت غرض جو بات تلاش کی جاوے قرآن مجید میں مل سکتی ہی ، بشرطیکہ غور اور تعمق سے دیکھا جاوے — جو فرایض اور محرمات کے احکام ازروئے قرآن مجید مسلمانوں پر نافذ کیئے گئے ہیں اُن پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اُن میں سے ہر ایک میں دنیا اور آخرت دونوں کی بہتری کا خیال رکھا گیا ہی ؞

توحید و رسالت

بلحاظ اعتقادات کے مذہب اسلام میں ہر مسلمان کو دو اُمور پر یقین کرنا ضروری ہی — اول " توحید " یعنی خداکو ایک

جانا — دوم " رسالت " یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا
نبی تسلیم کرنا — اگر غور کیجئے تو ان معتقدات اسلام میں بھی دنیوی
فلاح اور بہبودی مضمر ہی — قران مجید میں ایک جگہ مجمل طور
پر توحید اور تمدن کا تعلق بیان کیا گیا ہی جہاں کہا گیا ہی
" لوکان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا " اگر ان دونوں میں (یعنی آسمان
وزمین میں) معبود خدا سواے خداے تعالی کے ہوتے تو ضرور فساد
میں مبتلا ہوجاتے — اس آیت پر گہری نظر ڈالنے سے معلوم ہوجاتا
ہی کہ بغیر وحدانیت کے دنیا کا انتظام ٹھیک طور پر قائم رہنا محال
بلکہ ناممکن ہی — ذرا سی مثال سے یہہ معاملہ پورے طور پر سمجھ
میں آسکتا ہی — اگر کسی جگہ یا کسی ضلع میں ایک سے زاید
مساوی الاختیار مجسٹریٹ مقرر کردیئے جائیں جن کا فیصلہ ہر حال
میں ناطق ہو تو اس جگہ کی انتظامی حالت نہایت خراب ہوگی —
وہ تمام حصہ آبادی اسی قدر گروہوں پر تقسیم ہوجاے گا جس قدر
مجسٹریٹوں کی تعداد ہوگی اور آپس میں خون خرابہ برپا ہوجاے گا —
اس فرضی مثال سے بڑھکر ایک تاریخی مثال یہاں بیان کی جاتی
ہی — تاریخ کا ایک مابہ النزاع سوال ہی کہ ہندوستان میں مسلمانوں
کی سلطنت کے زوال کا آغاز کب سے ہوا — کوئی اس کو اکبر کے زمانہ سے
منسوب کرتا ہی اور کوئی عالمگیر کے زمانہ سے شروع کرتا ہی — مگر
میں مسلمانوں کے زوال کا آغاز شاہ جہاں کی اس غلطی سے شمار
کرتا ہوں جب کہ اس نے مملکت ہند اپنے بیٹوں میں تقسیم کرکے
طوائف الملوکی کی بنیاد ڈالی اور دنیوی انتظام اور وحدانیت کے
تعلق کا لحاظ نہیں کیا — اس کا جو اثر دنیا کے انتظام پر پڑا وہ
ظاہر ہی — ملک میں جنگ و جدل کا بازار گرم ہوا ، ہزار ہا بندگان
خدا تلوار کے گھاٹ اترے — ملک میں ہر جانب تباہی اور فساد
برپا ہوئے ، اور آخرکار ہندوستان مسلمانوں کے ہاتھہ سے نکل گیا —
یہہ مانی ہوئی بات ہی کہ دنیا کے بہترین انتظام کے واسطے کسی
ایک قانون کی پابندی لازمی ہی — کسی قانون کو پر اثر بنانے کے
واسطے ضروری ہی کہ وہ حصہ ملک جہاں اسی قانون کا نفاذ ہو
قانون ترتیب دینے والی ایکہی جماعت کے زیر اثر ہو — دنیا کے غیور
مصلحین انتظام کا یہہ متفقہ فیصلہ ہمیشہ زیر عمل رہا ہی کہ

کسي ملک یا کسي قوم کے بہترین انتظام کے واسطے کسی ایک متنفس کو جملہ باشندگان ملک سے بالا تر تسلیم کیا جاے جس کو بادشاہ یا سردار قوم کہا جاتا ھی - یہہ ایک ایسا ناگزیر امر ھی کہ وہ قومیں جن کے خیالات انتہائي آزادانہ ھیں اور جن کے نزدیک بادشاہ کي کوئی ضرورت نہیں ھی وہ بھي اس اُصول کے اثر سے باھر نہیں نکل سکتیں - دیکھئے فرانس اور امریکہ جیسي آزاد سلطنتوں میں جماعت منتظم کا ایک بادشاہ (پریزیڈنٹ) رکھنے پر مجبور ھیں — پھر آپ سرسري نظر ڈالئے ' دنیا میں دیکھئے ' براعظموں میں ملاحظہ کیجئے ' ممالک میں جائیے ' صوبہ جات پر نگاہ ڈالیئے ' قسمتوں کا جائزہ لیجئے اضلاع و حصہ جات اضلاع ' شہر ' قصبہ ' دیہات اور یہاں تک کہ خاندانوں میں گھرانوں میں دیکھئے — ھر جگہ وحدانیت کا جلوہ آپ کو نظر آئیگا — غرض نظر تعمق ڈالنے سے صاف معلوم ھوجاتا ھی کہ اس دنیا کا انحصار بالکل توحید پر ھی جو مقدم ترین عقائد اسلام میں سے ھی — پھر عقیدہ ثاني یعنی رسالت کو لیجئے — ھر متنفس جو سمجھہ رکھتا ھی جانتا ھی کہ دنیوي تمدن کے بہترین اصول ذھن نشین کرنے کے واسطے کسي خاص ریفارمر یا مصلح کي ضرورت ھوتي ھی - دنیا میں کوئی قوم ' کوئي گروہ ' کوئي ملک ایسا نہیں ھی جو اپنے کو متمدن اقوام میں شمار کرتا ھو اور کسي مصلح یا ریفارمر کا پیرو نہ ھو — " قومیت " بغیر کسي مصلح کي خاص تلقین کے کبھي مکمل نہیں ھوتي - آپ موجودہ متمدن اقوام کي حالت پر غور کیجئے تو ھر قوم میں " ھیرو ورشپ " کي لٹک آپ کو ملے گي - حقیقت یہہ ھی کہ یہہ ایک نہایت ھي لطیف مسئلہ ھی جس کا ماخذ وھي " توحید " ھی - خدا جو اسي دنیا کا اکیلا مالک ھی کسي ایک شخص کے دل میں اصلاح کے امور ڈال دیتا ھی جو اپنے ھم جنس گروہ کو اُن امور سے آگاہ کرتا ھی - جب تک ایسے مصلحین کي اصلاحي باتوں پر یقین نہ کیا جاے اور اُن کي ھدایت نہ ماني جاے ممکن نہیں ھی کہ بہترین اصلاح کا انصرام ھوسکے ؛ گویا بلحاظ انتظام دنیا کے یہہ ایک قاعدہ کلیہ ھی جو چھوٹے چھوٹے طبقوں کي اصلاح اور انتظام کے واسطے فطرت نے جاري کر رکھا ھی اور جس سے کسي وقت میں انکار نہیں ھوا اور نہ ھوسکتا ھی -

جب چوتھے حصہ جات بنی آدم میں انتظام دنیا کے واسطے یہہ سنت الہیہ جاری ہی اور چوتھے حصہ کے رفارمروں کی نصائح اور ہدایات کا اسی غرض سے کہ عمدہ اصول معلوم ہوجائیں یقین کرنا پڑتا ہی تو ظاہر ہی کہ جناب رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم کو سچا ہادی اور رسول من جانب اللہ تسلیم کرنا مفید ترین انتظام دنیا کے واسطے ایک لازمی امر ہی جن کی ذات بابرکات نے اتقاء ربانی کی مدد سے تمام دنیا کے انتظامات کے مفید ایسے عالمگیر اصول بنی آدم کو بتائے جن کی قدرۃ سو برس سے نہ صرف شہرت ہی بلکہ اس وسیع زمانہ کے مسلسل تجربے نے بتا دیا کہ ایسا ضروری اور ایسا مکمل اصول انتظام دنیا جو ہر قوم‘ ہر ملک‘ ہر گروہ کے لئے اور ہر وقت یکساں مفید اور مناسب ہو سوائے اسلامی اصول کے کوئی دوسرا اصول ہونا نا ممکن ہی– قرآن شریف جو دنیا اور آخرۃ کے ہر قسم کے بندوبست کا بنی نوع انسان کے واسطے ایک بہترین مجموعہ ہی‘ اور جس کا تھوڑا سا تذکرہ کسی دوسری جگہ کیا گیا ہی‘ اس کے ہدایات سے فائدہ اٹھانے کا اسی کو حق ہوسکتا ہی جو حضور سرور عالم صلعم کی نبوت کا اقرار کرے — گو حضور کی نبوت سے منکرین کیسا ہی انکار کریں‘ لیکن اگر بغور دیکھا جائے تو آج جو کچھہ ترقی کا دنیا میں دور دورہ ہی اس سب کا ماخذ وہی مصلح کافہ انام ذات ہی —

دل و جانم فدایت یا محمد
سر من خاک پایت یا محمد ٭

نماز

مذہب اسلام کے وہ ارکان جن کا کرنا ہر مسلمان پر فرض ہی اُن میں سے ایک نماز ہی – اگر عمیق نظر ڈالی جائے تو نماز میں اتنی دنیوی خوبیاں ملیں گی جن کو تفصیل سے بیان کرنے کے واسطے ایک جدا گانہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہی — ضبط اوقات کا خیال نہ کرنا اس دنیا میں کسی قوم یا کسی فرد کے واسطے سخت تباہی کا باعث ثابت ہوا ہی — لقمان کا قول ہی ”کوئی چیز ایسی مضرت رساں نہیں جیسا وقت کو فضول ضائع کردینا“ – ضبط اوقات ایک ایسی چیز ہی کہ اگر ابتدا سے اس کی عادت نہ ہو تو ہر وقت

نہایت دشواری ہوتی ہے ' بلکہ اکثر کوئی بڑا نقصان ہو جاتا ہے — ابتدا سے انضباط اوقات کی عادت ڈالنے کے واسطے مسلمانوں پر نماز فرض کی گئی ہے ' تاکہ اہل اسلام " وقت " پر ہمیشہ اور ہر حالت میں قادر رہیں — جو شخص نماز کا پابند ہے وہ اپنے روزانہ کار و بار خاص طور پر ٹھیک نماز کے وقت تک ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے اس سے اُس کا وقت نہایت ترتیب کے ساتھ تقسیم ہو جاتا ہے — اور ہر کام اپنے وقت پر ہوتا رہتا ہے — نمازی آدمی کو تاکید ہے کہ اُس کا لباس پاک و صاف اور ستھرا رہے — اُس پر کسی قسم کا میل دھبہ نہ پڑ جائے — ظاہر ہے کہ شریفانہ وقار پر اس کا کتنا اچھا اثر پڑتا ہے — نماز کا پابند مسلمان اپنے بدن کی صفائی کا جتنا خیال رکھتا ہے ' وہ ایسے شخص سے ممکن نہیں ہے جو نماز کا پابند نہ ہو — جسم کے وہ حصے جو اکثر کھلے رہتے ہیں اور اُن پر گرد و غبار جم جاتا ہے ' دن بھر میں متعدد مرتبہ پابند نماز مسلمان کو دھو ڈالنا لازمی ہے ' تاکہ حصہ جات مذکور صاف رہیں — جس وقت انسان نماز پڑھنے کھڑا ہو جاتا ہے ' اُس وقت اُس کا دل تمام تفکرات اور ترددات سے یک سو ہوتا ہے ' اُس کی روح ہر قسم کے خلجانوں سے آزاد ہوتی ہے اور اس وجہ سے روح کو نماز کے وقت ایک قسم کی آسودگی اور آرام حاصل ہوتا ہے ؛ اور اس عام آسودگی سے انسان کے صرف دماغ ہی پر بہتر اثر نہیں پڑتا ' بلکہ اُس کی تندرستی اور زندگی بڑھنے کے واسطہ بھی یہہ حالت نہایت مفید ہے — نماز کے اوقات پر ایک محلہ کے مسلمانوں کا اجتماع مسجد میں ہونا اور اہل محلہ کے باہمی خیالات اور حالات سے آگاہی اور استفادہ حاصل کرنا ؛ اسی طرح سے ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کے روز ایک شہر کے مسلمانوں کا جامع مسجد میں جمع ہو کر اس فائدہ سے تمتع حاصل کرنا ' اور سال میں دو مرتبہ عیدین پر گرد و نواح کے باشندوں کا تبادلہ خیالات باہمی سے معاشرتی ' تمدنی ' تجارتی اور دیگر مشورے اور فوائد حاصل کرنا ' ایک دوسرے سے شناسائی ہونا جس سے آپس میں ہمدردی پیدا ہو اور باہمی ایک دوسرے کی مدد گاری کے خیالات پیدا ہوں اور مسلمانوں کی اصلی قومیت کی تحریک تازہ ہوتی رہے — مسلمان قومیت کا زبر دست حکم ایزدی قرآن مجید میں ہے کہ " انما

المؤمنون اخوة فاصلحوا بین اخویکم " سب مسلمان یقیناً بھائی ہیں لہذا تم بھائیوں میں باہم صلح کرو — اس کو عملاً نہ بھول جائیں — مسلمانوں کے واسطے نماز میں یہہ زبردست دنیوی فوائد مضمر رکھے گئے ہیں ، جن کی تعلیم ہم کو تیرہ سو برس سے دی جارہی ہے اور یہہ ایسے فوائد ہیں جن کے حاصل کرنے کے واسطے اقوام متمدنہ نے اب آکر کلب اور کانفرنسیں ایجاد کی ہیں — نماز ہم کو پاکبازی ، صفائی ، انکسار اور ادب کی جانب رہبری کرتی ہے جو عمدہ انسانی خصلات ہیں — اور ہم کو اُن اخلاقی عیوب سے روکتی ہے جو شاہ راہ ترقی میں ایک زبردست روک ہیں اور جو بیجا تکبر ، نخوت اور خودی کی شکل میں بنی نوع انسان میں پیدا ہوجاتے ہیں — نماز کا عادی ہوجانے کے بعد اتنے کثیر دنیوی فوائد انسان کو نہایت آسانی سے حاصل ہوجاتے ہیں ٭

روزہ

ایک فرض از روے مذہب اسلام کے روزہ بھی ہے — اس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اخلاق انسانی کی جلا کرنے کے واسطے روزہ سے زیادہ آسان ترکیب ہونا محال ہے — انسان کی خلقت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مخلوق الہی (یعنی بنی آدم) میں دو مساوی طاقتیں نیکی اور بدی کی ہیں جن کو قواے ملکوتی یا رحمانی اور قواے بہیمی یا شیطانی کہا جاسکتا ہے — اس کا بیّن ثبوت ہم کو روزمرہ ملتا رہتا ہے — یعنی کسی اچھے یا برے کام کے شروع کرتے وقت انسان کے خیال میں دو قسم کی تحریکیں پیدا ہوتی ہیں — ایک اُس کے کرنے کے مؤید ہوتی ہے اور ایک مخالف — اگر یہہ کام اچھا ہے تو اس کے روکنے والی تحریک شیطانی ہوتی ہے اور اگر برا ہے تو رحمانی — ہر دو تحریکات مذکورہ بالا سے جس کو کام میں لایا جائے اُس کو قوت ہوتی ہے اور بے کار قوت کو ضعف ہوتا جاتا ہے — قواے بہیمی کو خواہشات نفسانی یا خواہشات رذیلہ بھی کہہ سکتے ہیں — یہہ وہ طاقت ہے جو انسان کو برائیوں کی جانب رہبری کرتی رہتی ہے — روزہ رکھنے سے ایسی مضرت رساں قوت میں کمزوری آتی جاتی ہے اور قواے ملکوتی یا رحمانی کو تحریک ہوتی رہتی ہے — نیک چلنی ایسا معزز جوہر انسانی ہے جس کی تعریف نہ صرف ایشیا ، بلکہ یورپ کی مصلحین قوم نے بھی کی ہے — مشہور ڈاکٹر سمول

اسمائلس اپنی کتاب سیلف ہیلپ میں لکھتا ہے "نیک چلنی ہی زندگی کا فخر و تاج ہے — انسانی مقبوضات میں نیک چلنی سب سے اعلیٰ رتبہ رکھتی ہے — یہہ انسان کے دل پر حکومت کرتی ہے — یہہ ایسی جائداد ہے جس کی ملکیت میں آگئی ، گویا اُس نے ایک حکومت حاصل کرلی ...... " — روزہ رکھنے سے جبکہ نفس قابو میں آجائے گا تو پھر نیک چلنی کی صفت اپنے میں پیدا کرلینا کچھہ زیادہ دشوار نہیں ہے — حقیقت میں روزہ نیک چلنی جیسی مفید اور ضروری صفت کو حاصل کرلینے کے واسطے ایک آسان عملی طریقہ ہے — مشہور ہے کہ سکندر کا اتالیق ارسطو اپنے شاگرد کو بعض مرتبہ فاقہ دیکر کھانا دیتا تھا — جب اُس سے اس کا باعث دریافت کیا گیا تو ارسطو نے جواب دیا کہ یہہ وہ اس لیئے کرتا ہے کہ سکندر کو بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہو اور بھوکے ابنائے جنس کے ساتھہ ہمدردی ہو — ہمارے مقدس ہادی نے روزہ میں یہہ حکمت بھی رکھی ہے ، تاکہ مسلمان لوگ بھوک اور پیاس کی تکلیف کا اندازہ کرسکیں اور بھوکے پیاسے ابنائے جنس کو بجائے حقارت کے ہمدردی کی نظر سے دیکھیں — اور روزہ میں جو مسلمانوں پر بھوک پیاس کی تکلیف گذرتی ہے اُس کا خیال کرکے بھوکے پیاسے ابنائے جنس کی مدد کی تحریک اُن کے دلوں میں پیدا ہو —

روزہ دار کو ترک اکل و شرب کے ساتھہ ہی یہہ بھی شرعی ہدایت ہے کہ جھوٹ بولنے سے ، غیبت کرنے سے ، بہتان لگانے سے اور دیگر رذیل نفسانی خواہشات سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے — ان شرعی احکامات پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ روزہ اخلاقی عیوب کو رفتہ رفتہ ترک کرنے کی عادت ڈالنے کے واسطے ایک سہل ترین نسخہ ہے — روزہ دار صبر جیسی مفید صفت کا پورا عادی ہوتا ہے — اگر خدا نخواستہ روزہ دار پر بھوک اور پیاس کی کوئی مصیبت پڑے تو اُس کو نہایت تحمل اور بردباری سے ایک حد تک برداشت کرسکتا ہے جو ایک غیر عادی انسان سے ممکن نہیں ہے — غرضکہ روزہ اپنے اُن پابندوں کو جو اُس کو پوری حزم و احتیاط سے رکھتے ہیں پاک بازی ، صبر ، تحمل ، ہمدردی اور نفس سرکش پر قابو جیسی مفید اخلاقی اور تمدنی صفات کا رفتہ رفتہ عادی کردینے کا بہت آسان آلہ ہے — وہ غیبت ، دروغ گوئی ، اتہام اور استعمال خواہشات رذیلہ جیسے بنی نوع انسان کی مضرت رساں

اخلاقی عیوب کی نہایت سہل طور پر بیخ کنی کردیتا ہے ۔ روزہ سے یہہ اور اس کے علاوہ بہت سے روحانی ، اخلاقی ، تمدنی ، طبعی دنیوی اور دینی مفاد ہیں *

حج

مذہب اسلام کے متبعین پر خانہ کعبہ کے حج کو اپنی عمر میں ایک مرتبہ جانا فرض ہے ۔ قرآن مجید میں اس کا صریحی حکم موجود ہے جہاں کہا گیا ہے " واتموا الحج والعمرۃ للہ " (اور حج اور عمرہ کو خدا کے واسطے پورا کرو) ۔ جو اہل اسلام زاد راہ کی استطاعت نہیں رکھتے یا کسی اور وجہ سے مجبور ہیں وہ فریضہ حج کے ادا کرنے سے مستثنی ہیں ۔ مکہ مکرمہ سے باہر رہنے والے اہل مقدرت مسلمانوں کو اس فرض کے ادا کرنے کے واسطے اپنے وطن سے نکلکر سفر کرنا ضروری ہوجاتا ہے اور سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی وجہ سے مسلمان اہل دولت آرام طلب اور کاہل نہیں ہونے پاتے ۔ ان میں پھرتی اور عملی قوت ہر وقت متحرک رہتی ہے ۔ سفر اور سیاحت (جو فریضہ حج کے ادا کرنے کے واسطے ایک لازمی عنصر ہے) اس کی نسبت پرانے اور نئے خیالات دونوں متفق ہیں کہ یہہ معراج ترقی کا ضروری زینہ ہے ۔ سفر کے متعلق عربی کا مقولہ ہے " السفر وسیلۃ الظفر " (سیاحت فتح مندی کا ایک ذریعہ ہے) ۔ سیاحت کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کو اس قدر کثرت سے فوائد حاصل ہوئے ہیں جن کو شمار کرنے کے واسطے ایک جداگانہ ضخیم کتاب کی ضرورت ہے ۔ صرف کولمبس کی لیاقت کا نتیجہ ہے کہ نئی دنیا (امریکا) اور پرانی دنیا کے درمیان تعلقات قایم ہوئے ۔ اور پرانی دنیا کی روز افزوں انسانی نسل کو آباد ہونے کے واسطے نئی دنیا میں وسیع قطعات زمین دستیاب ہوئے ۔ وان ہمبولٹ نے جرمنی سے نکلکر سفر کیا اور اپنے وطن میں واپس پہنچکر فطرتی علم (نیچرل سائنس) کے متعلق اپنی وسیع تحقیقات علماء محققین کے سامنے پیش کی ۔ ڈاکٹر نانسن ، کمانڈو پیری اور اب آخر میں کپتان ایمنڈسن کی سیاحت قطب شمالی سے بہت سی نئی معلومات اور قطب شمالی کے عجیب عجیب حالات سے اہل دنیا کو آگاہی ہوئی ۔ سیاحتوں کی بدولت نئی نئی خشکیاں دریافت ہوتی رہی ہیں ، جس سے بنی نوع انسان کی آبادی میں کشادگی اور فراخی ہوتی رہی ہے ؛ اور ساتھہ ہی نباتاتی آزوقہ کے اضافہ کے ذرایع حاصل ہوتے رہے ہیں ۔

زمانہ عروج اسلام میں جبکہ مسلمان مذہبی فرائض کی ادائگی میں
ایسے سست نہیں تھے جیسے کہ آج کل ہیں ' اس قسم کے بہت سے
سیاح گذرے ہیں جنہوں نے صرف حج کرنے کے واسطے اپنے گھروں سے
نکل کر سفر اختیار کیا اور حج سے واپس ہوکر اپنی مسافرت کے تجربوں
کا اور معلومات کثیرہ کا ذخیرہ اپنے سفر ناموں کے ذریعہ سے دنیا کے سامنے
پیش کیا' جس سے علم تاریخ' جغرافیہ اور نیچرل سائنس میں بہت
بڑا اضافہ ہوا — آج کل کے مغربی علما جو ان علوم کی ترقی کی دھن
میں مصروف ہیں تاقیام دنیا ایسے حاجی سیاحوں کے مشکور
رہینگے — ابن جبیر اندلسی (جس نے چھٹی صدی ہجری میں سیاحت
کی ہی اور جو دنیا کے مشہور سیاحوں میں شمار ہوتا ہی) وہ صرف
فریضہ حج ادا کرنے کے واسطے گھر سے نکلا تھا ' اور سفر حج سے اپنے
وطن میں واپس پہنچکر ابن جبیر نے وہ مشہور سفر نامہ لکھا جو اس
کے نام سے موسوم ہی — ابن بطوطہ (جس کا سفر نامہ مورخین یورپ
اپنی تصانیف میں بطور سند کے پیش کرتے ہیں اور اہل مغرب کی
بہت سی مستند تاریخوں کا وہ ماخذ ہی) یہ شخص بھی صرف فریضہ
حج ادا کرنے کے واسطے آٹھویں صدی ہجری میں اپنے وطن طانجہ (واقع
مراکو) سے نکلا تھا ' اور ربع صدی سے زیادہ اس نے سفر کی حالت میں
بسر کیا — اس طویل المدت سفر کی بدولت جو اس کو فریضہ حج
کی وجہ سے کرنا پڑا ' ابن بطوطہ اپنی ہمجنس مخلوق کے واسطے اس
زمانہ کی تاریخ اور دیگر عجائبات کا حصہ قلم بند کرگیا ہی جس
سے رہتی دنیا تک اس کے ابنائے جنس متمتع ہوتے رہینگے — علاوہ
ان کے اور بھی بہت سے بزرگوں نے زمانہ عروج اسلام میں صرف ادائے
فریضہ حج کی غرض سے دور دراز سفر کیئے ہیں اور اپنے سفر نامے اور
تجربات قلم بند کیئے ہیں جن میں سے بہتسوں کی بے بہا تصانیف یورپ
کے مشہور کتب خانوں کو زینت دی رہی ہیں اور جن کی اسم شماری
بھی یہاں طوالت کی وجہ سے نظر انداز کی جاتی ہی — ہمارا مطلب
صرف مختصر طور پر سفر کے فوائد کا شمار ہی جو ان چند مثالوں سے
بخوبی سمجھہ میں آسکتا ہی — حج جس میں سیاحت و سفر لازمی ہی
اس نظر سے اسلام کا کیسا مفید فرض ہی ! حج کے سفر سے تجارت پیشہ
مسلمان خاص طور پر فائدہ اٹھا سکتا ہی — علاوہ اس کے کہ یہہ فرقہ

اپنا تجارتی مال مکہ کو لیجاکر وہاں خاطر خواہ تمتع حاصل کرے ، ایام حج میں مختلف دیار و امصار کے مسلمانوں سے اپنے مفید مطلب معلومات حاصل کرسکتا ہی ، ہر ملک کی ضروریات سے پورے طور پر ماہر ہوسکتا ہی اور اسی ذریعہ سے وہ اپنی تجارت کو وسیع پیمانہ پر ترقی دے سکتا ہی — قرآن مجید میں بھی حج کے اس فائدہ کی جانب اشارہ کیا گیا ہی ؛ چنانچہ سورہ حج میں ہی "واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا و علی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق لیشہدو منافعہم" (یعنی لوگوں میں حج کی شہرت کردے آئینگے تیرے پاس لوگ پیدل اور اپنے اُونٹوں پر سوار دور کے راستوں سے اس لیئے کہ اپنی منفعتوں کو پاویں) — اسی طرح کان کن مختلف ممالک کی ارضی دولت کا حال دریافت کرسکتا ہی ، کاشتکار ہر ملک کے طریقہ کاشتکاری سے ماہر ہوسکتا ہی اور اگر اپنے مروجہ طریقہ سے کوئی آسان تر طریقہ اُس کو معلوم ہوجاے ، تو اُس سے پورے طور پر استفادہ حاصل کرسکتا ہی — سر سید احمد خاں علیہ الرحمۃ نے اپنی تفسیر میں حج کی حقیقت لکھتے ہوئے ایک جگہہ لکھا ہی جس کو اُنہی کے الفاظ میں نقل کردینا مناسب ہی — وہ لکھتے ہیں "اس میں دنیوی منفعت کے سوا روحانی بھی بہت بڑی تربیت ہی – اول اُس بزرگ یعنی حضرت ابراہیم کی سالانہ یادگار ہے جو دنیا کی قوموں کے لیئے اور خداے واحد کا نام دنیا میں پھیلانے کے اور فطرت اللہ یا دین اللہ کو تمام دنیا میں شائع کرنے کا باعث ہوا – ایسے بزرگوں کی یادگاریں قایم رکھنا اور اُن کے پرانے تاریخی واقعات کو زندہ کرنا اُن کے دائمی احسانوں کا اعتراف کرنا ہی" — تھوڑی دور آگے چلکر سر سید اعظم فرماتے ہیں "یہہ یادگار ہی آیندہ اُنہیں نیکیوں اور فوائد کے جاری رکھنے میں بہت بڑی مددگار ہوتی ہی اور انسان کے دل کو نرم اور نیکیوں کی جانب راغب رکھتی ہی" — اس قسم کے سالانہ یادگاروں کے جلسے اور مجمعے کرکے فائدہ حاصل کرنے کو ممالک متمدنہ اور ترقی یافتہ بھی عملاً نظر استحسان و پسندیدگی سے دیکھتے ہیں ، اور یورپ و امریکہ میں ہزارہا قسم کے یادگاری جلسے اور برسیاں ہوتی رہتی ہیں — غرض کہ حج ایک ایسا فرض ہی جس سے ہر شخص اپنے مذاق کے مطابق استفادہ حاصل کرسکتا ہی — حج میں انسان ہر ملک کے باشندوں کی جداگانہ

طرز معاشرت اور طریقۂ تمدن سے آگاہی حاصل کرتا ہی ' جس سے اپنے ملک کے طرز معاشرت کے معائب و محاسن کا اندازہ کرکے اُس میں ترمیم کرسکتا ہی- حج میں مختلف ممالک کے مسلمان ایک دوسرے کے ہر قسم کے سوشیل اور پولیٹکل خیالات سے استفادہ حاصل کرتے ہیں جس سے اہل اسلام میں باہمی اپنے ہم مذہب بھائیوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہی - اور رشتۂ مودت (جس میں ہمارے مقدس مذہب اسلام نے اپنے متبعین میں باہم جکڑ دیا ہی) اور مضبوط ہوجاتا ہی - ہمارے علیگڈہ کالج کے مشہور اور نیک نام سابق پروفیسر ڈاکٹر آرنلڈ فریضہ حج کی تعریف لکھتے ہوئے اپنی مشہور کتاب پریچنگ آف اسلام میں لکھتے ہیں "اعلی سے اعلی مذہبی ذہانت کی قدرت سے باہر تھا کہ مسلمانوں میں اخوۃ کا خیال پیدا کرنے کے لیئے اور یہہ بتانے کے لیئے کہ سب مسلمان بھائیوں کا شمار یکساں رہنا چاہیئے حج سے بہتر کوئی طریقہ ایجاد ہوسکتا — کیونکہ وہ جگہہ ہی جہاں زمانہ حج میں مغربی ساحل افریقہ کا نیگرو مسلمان ملک چین کے مسلمان سے ملتا ہی اور یورپ کا مہذب اور خلیق ترک اُس مسلمان بھائی کو پہچانتا ہی جو بحر ملایا کے حد مشرقی میں کسی جزیرہ کا وحشی باشندہ ہی " - یہہ فیصل شدہ امر ہی کہ شیرازہ قومی کی مضبوط بندش کے واسطے کسی خاص مرکز کی ضرورت ہی - دنیا میں کوئی قوم کامیاب اور نامور قوم نہیں ہوسکتی جب تک کہ اُس قوم کا کوئی خاص مرکز نہ ہو - قومی مرکز کا خیال ہوتے ہی انسان کی طبیعت میں ایک خاص تحریک پیدا ہوتی ہی جو قومی عزت کی اعلی ترین بنیاد ہی - یورپ ایک چھوٹا سا براعظم ہی ' مگر اُس خطہ کی مختلف قوموں کو دیکھیئے کہ گو اُن کی رنگتوں اور عادتوں میں بہت ہی تھوڑا فرق ہی ' مگر ہر ملک کا باشندہ صرف اپنے ملک کی قوم کا ممبر سمجھا جاتا ہی اور ہر قوم نے اپنا ایک مرکز مقرر کرلیا ہی جس کی ترقی اور رونق میں وہ قوم انتہائی کوشش کرتی ہی اور اُس کی عظمت خود کرنا اور اس عظمت کو دوسروں کے ذہن نشین کرنا اپنا فرض سمجھتی ہی - یہی قومی مرکز کی تفریق خطہ یورپ میں مختلف قوموں کا تفریقی پتہ اور معیار سمجھنا چاہیئے - ایک جرمنی کے باشندے سے دریافت کیجیئے کہ برلن کیسی جگہہ ہی تو وہ اُس شہر کی تعریف نہایت ہی مبالغہ سے کریگا اور یہہ ثابت کرنے کی

کوشش کریگا کہ یونان سے بہتر دنیا میں کوئی شہر نہیں ہے - انگلستان کا رہنے والا اپنے مرکز لندن کی تعریف کرتے ہوئے اُس کو تمام دنیا کے شہروں میں فضیلت دینے کی کوشش کریگا - جاپانیوں کی زبانیں ٹوکیو کی تعریف کرتے ہوئے خشک ہوتی ہیں - باوجودیکہ سلطنت شخصیہ سے آزادی کے فرانسیسی قوم اپنے مرکز پیرس اور امریکن قوم اپنے مرکز نیویارک کی ترقی میں کروڑوں روپیہ صرف اس غرض سے صرف کرتی ہے کہ اُن کے قومی مرکز تمام دنیا کے شہروں پر فضیلت حاصل کرلیں - یہہ سب کچھہ محض اس غرض سے ہے کہ قومیت اور قومی عزت کا دار مدار کسی مرکز کی تخصیص پر قرار پاچکا ہے - یہہ صاف ہوچکا ہے کہ مذہب اسلام کسی خاص ملک یا کسی خاص نسل انسانی میں محدود نہیں ہے - اُس کی وسیع قومیت کا صرف ایک نشان یا ایک خیال توحید ہے جو ہر ملک میں، ہر نسل میں، ہر جگہہ پھیلا ہوا ہے اور مذہب اسلام (جس کا یہہ واجبی دعوے ہے کہ وہ خدائی قومیت کی روح پھونکنے کے واسطے دنیا میں آیا ہے) اُس نے اپنے شیرازۂ قومی کی حفاظت کے واسطے وہ خاص مقام مسلمانوں کا قومی مرکز مقرر کیا جس کی بنا اُس بے چون و چگون الٰہی ذات کی عبادت کے واسطے ابراھیم علیہ السلام نے ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دو ہزار برس قبل ڈالی تھی جنہوں نے باوجود ایک بت پرست خاندان میں پیدا ہونے کے اپنی خلقتی صفت نبوت کے ذریعہ سے بجائے بتوں کے خدائے واحد کی پرستش کا رواج دیا - کعبہ کو مسلمانوں کا قومی مرکز کرنے میں ایک بڑی حکمت یہہ ہے کہ مسلمان جب کعبہ کی جانب منہہ کرکے کھڑے ہوں اُس وقت توحید باری کا خیال آتے ہی اُن کے دل میں قومیت کا اثر بھی تازہ ہوتا رہے، اور ہر سال حج کے ذریعہ سے دنیا کے مختلف ممالک اور مختلف دیار و امصار کے مسلمانوں کے درمیان باہمی اتحاد قومی کی تجدید ہوتی رہے اور ہر ملک کے مسلمان قایم مقام اپنے قومی مرکز میں اکٹھے ہوکر دوسرے ملک کے ہم مذہب بھائیوں کو اپنے ملک کے مسلمان بھائیوں کی یاد تازہ کراتے رہیں - جن اہل اسلام کو خود فریضہ حج ادا کرنے کا شرف حاصل ہوچکا ہے اور جو لوگ اُس مسرت کامل اور حقیقی جوش کا ذاتی تجربہ رکھتے ہیں وہ مجھسے اتفاق کرینگے کہ اُس مسرت اور جوش کے اندازہ کا اظہار الفاظ اور تحریر

میں آنا ممکن نہیں ہے جو اُس وقت پیدا ہوتا ہے جبکہ ایک مسلمان اپنے گرد و پیش اپنے لاکھوں ہم مذہبوں کو ایک لباس (یعنی احرام) میں " انما المومنون اخوۃ " کی عملی صورت میں صرف ایک اور سچے خدا کو لبیک کہکر حاضری دیتے دیکھتے ہیں — اُس اثر کا بیان یا تحریر انسانی قدرت سے خارج ہے جو اتنے بہت سے مختلف درجوںکے مسلمانوں کو یکساں حالت میں دیکھکر پیدا ہوتا ہے جس میں آقا اور ملازم' محتاج اور اہل ثروت کا امتیاز ناممکن ہے — اور صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ یہہ سب کے سب صرف ایک قادر مطلق کے غلام ہیں اور باہم ایک درجہ رکھتے ہیں اور ایک ہی مقدس مذہب کے پیرو ہیں — کیا اس سے بہتر ذریعہ اہل اسلام کی باہمی مساوات اور اپنے ہم قوموں میں جذبۂ قومیت (نیشنل فیلینگ) پیدا کرنیکا ہوسکتا ہے جو مذہب اسلام کی دنیوی برکات کا بہترین حصہ ہے ؟

ایک غیور طبیعت کے واسطے جس نے یہہ سمجھہ لیا ہو کہ اسلام کا اصول اول توحید باری تعالیٰ ہے اور اسلام نے سب سے بڑا کام یہہ کیا ہے کہ ماسوا اللہ جس قدر ایسے زوائدات تھے جن سے شرک فی اللہ کا شبہ ہوتا تھا' سبکو نیست ونابود کردیا یہاں پہونچکر کہ حج ونماز میں کعبہ ایک خصوصیت رکھتا ہے ایک قسم کا خلجان ہونا ضروری ہے — لیکن یہہ خلجان صرف اُس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک اس مسئلہ پر گہری نظر نہ ڈالی جاے — یہہ مانی ہوئی بات ہے کہ جب تک کسی خاص سمت توجہہ نہ کی جائے اور جب تک کوئی ایک خاص خیال قائم نہ کیا جائے دوسرے مختلف توجہات سے (خواہ وہ دینی ہوں یا دنیوی) طبیعت کا یکسو ہونا دشوار ہے — اسی واسطے دنیا کے ہر ایک عقیدہ میں یہہ بات لازمی کی گئی ہے کہ عبادت کرتے وقت کسی ایک جانب منہ کر کے دیگر خیالات سے یکسو ہونے کی کوشش کی جاے' تاکہ خاص طور پر معبود کی جانب قلب مائل ہوجائے — جناب رسالت مآب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل تمام اہل کتاب فرقے بیت المقدس کی جانب منہ کرکے عبادت کرتے تھے اور اہل عرب (جن میں اکثر یہودی

اور عیسائی تھے) بیت المقدس کو اس قدر عظمت دینے لگے تھے کہ وہ عظمت شرک فی اللہ اور بت پرستی کے درجہ تک پہونچ گئی تھی — جب مذہب اسلام کی روشنی نے غار حرا سے نکل کر دنیا کو منور کیا اور اس مقدس مذہب نے معبودہاے غیر اللہ کا استیصال قطعی اپنے پروگرام کا جزو اعظم قرار دے لیا ؛ اُس وقت بیت المقدس کی یہہ حالت تھی کہ وہاں حضرت عیسیٰ کی مورت پرستش کے واسطہ رکھی ہوئی تھی ؛ حضرت عیسیٰ کی قبر کو معبود کی قبر سمجھکر پوجا جاتا تھا — رومیوں کے دیوتا جوپیٹر کی پرستش گاہ بیت المقدس قرار دیا گیا تھا ؛ ہیکل سلیمان کی پوجا کی جاتی تھی ؛ اور ان سب اجزا میں شان الوہیت سمجھی جاتی تھی — ان تمام حالات کے ساتھہ بیت المقدس نے اپنے بانی حضرت سلیمان علیہ السلام کی اصل منشا اور غرض سے ہٹ کر ایک بت خانہ کی صورت اختیار کرلی تھی — ہمارے حضور سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم (جنکی خلقت میں پرستش ماسوا اللہ سے نفرت ودیعت ہوچکی تھی) ایسے پرازحشو وزوائد مکان کی سمت کو اپنا قبلہ بنانا کب گوارا کرسکتے تھے ؟ چنانچہ آپ نے حضرت ابراہیم کی مسجد حرام کو (جس کو کعبہ کہتے ہیں) ولاسمت مقرر فرمایا جس طرف منہہ کرکے خداے واحد ویکتا کی عبادت کی جاے — ساتھہ ہی حرم کعبہ کو اُس حشوروزوائد سے پاک وصاف کردیا اور وہ معبود ہاے مصنوعی اُس میں سے نکالکر پھینکدئے جو امتداد زمانہ اورجاہلیت کے متوہمانہ خیالات سے انسانوں نے خانہ کعبہ میں رکھہ دئے تھے — پھر اس خیال سے کہ مبادا اہل اسلام کعبہ میں شان الوہیت سمجھنے لگیں قران مجید میں متعدد جگہہ اس کو صاف کردیا گیا ہے کہ کعبہ ایک مسجد گاہ (مسجد) سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور جہات یاسمتیں سب خدا کی ملکیت ہیں - چنانچہ اس کو کھول کر کہدیا گیا " اللہ المشرق والمغرب فاینما تو لوافثم وجہ اللہ " (مشرق اور مغرب خداہی کے واسطے ہے جدھر تم منہہ کرو پھر اُدھر ہی خدا کا منہہ ہے) ایک جگہہ اس سے بھی صاف طور پر کہدیا گیا ہے " لیس البران تو لوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب " کہ یہہ کچھہ نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے منہہ مشرق اور

مغرب کي طرف پھيرديو — سمت قبلہ کي نسبت سر سيد اعظم عليہ الرحمتہ ايک جگہ اپني تفسير ميں لکھتے ھيں "مبارکي ھو اُس کو يعني حضرت محمد صلي اللہ عليہ وسلم کو جس نے اُن تمام نشانوں کو مٹاديا اور اُس بے نشان کي عبادت کو بغير کسي نشان کے قائم کيا اور بحروبر اور پہاڑ اور گھر اور مسجد سب ميں يکساں خدا کي عبادت ہونا سکھا ديا کوئي سمت خدا کي عبادت کے لئے مخصوص نہيں کي يہہ سمجھنا کہ کعبہ کي سمت خدا کي عبادت کے لئے مخصوص ھی محض غلطي ھی اور باني اسلام کي ھدايت کے خلاف وہ سمت عبادت کے لئے مخصوص نہيں ھی بلکہ ايک تميز اور تفرقہ کے لئے مخصوص ھی اس سے يہہ بات ثابت ہوتي ھی کہ کعبہ کي خصوصيت اصول مذہب اسلام يعني توحيد ميں کوئي رخنہ نہيں پيدا کر سکتي *

زکوۃ

منجملہ فرايض اسلام کے ھر اھل مقدور مسلمان پر زکوۃ سال بھر کے بعد اپنے اُس زائد از ضرورت مال ميں سے نکالنا فرض ھی جس کو ملکيت ميں آئے ہوئے بارہ مہينے گذر جائيں — زکوۃ کي مقدار سال بھر ميں موجودہ مال ميں سے چاليسواں حصہ رکھي گئي ھی — يہہ فرض اھل حاجت برادران دين اور اسلامي پبلک کا اپنے متمول مسلمان بھائيوں پر ايک حق ھی اور مخروجہ زکوۃ کو اپنے غريب اور مفلوک الحال بھائيوں کي دستگيري يا ديگر رفاہ عام کے کاموں ميں صرف کرنا اھل مقدرت مسلمان پر لازمي ہوجاتا ھی — يہہ فرض بھي منجملہ ديگر دلايل کے اس دعوے کي ايک دليل ھی کہ اسلام ھر درجہ کے بني آدم کو فائدہ پہنچانے کي غرض سے دنيا ميں آيا ھی اور يہہ مذھب بلا خيال مراتب تمام گروہ بني نوع انسان کو يکساں نظر سے ديکھتا ھی — سال بھر کے بعد چاليسواں حصہ ايک اتني تھوڑي مقدار ھی جس کو علحدہ کرنا ايک صاحب مقدرت انسان کو ذرا بھي گراں نہ گذرے گا اور ايک ضرورت مند اُس سے پورے طور پر متمتع ہوجائيگا — يہہ فرض مسلمان اھل دولت کو "انما المومنون اخوۃ" کي سالانہ ياد دلاتي ھي ' تاکہ وہ اپنے محتاج ديني بھائيوں کو بھول نہ جائيں —

اگر ایسے لوگوں کی پرورش کا بار اُن کے متمول ہم مذہبوں پر نہ ڈالا جائے تو اُس کا نتیجہ یہہ ہوگا کہ بنی نوع انسان کا ایک بڑے گروہ بھوک پیاس سے ہلاک ہوجاے' یا وہ لوگ غیروں کے سامنے اپنا دست حاجت دراز کرنے پر مجبور ہوجائیں جس سے بڑھکر اُن کے ہم مذہبوں کو ننگ کی کوئی بات نہیں ہوسکتی ہے — زکوٰۃ کی فرضیت کی ایک وجہ ذیل کی مثال سے پورے طور پر سمجھہ میں آسکتی ہے — مثلاً سمجھہ لیجیئے کہ زید باوجود کثرت دولت کے کسی طرح مجبور نہیں ہے کہ کسی جزامی اپاہج یا دوسرے قسم کے اہل حاجت کی مدد کرے یا کسی طالب علم کا وظیفہ مقرر کرے' یا کسی پبلک انسٹیٹیوشن یا رفاہ عام کے کام میں اعانت کرے — مگر چونکہ زید مسلمان ہے اور ازروے مذہب اسلام زکوٰۃ کا نکالنا اُس پر فرض ہے تو زید کے مال پر ایک سال گذرجانے کے بعد اُس کو اپنے مال میں سے زکوٰۃ ضرور علحدہ کرنا ہوگی جس کے بعد زید کو بلا کسی بیرونی تحریک کے مخروجہ زکوٰۃ کے مصرف کے واسطے مناسب موقع تلاش کرنا ہوگا — اگر اہل مقدرت مسلمان زکوٰۃ کے مقدس فرض کی پوری پوری پابندی کرنے لگیں اور اُس پر کاربند ہوجائیں تو اُن کے ہم مذہب اور ہم قوم اہل ضرورت اپنے حوائج ضرور یہہ سے بالکل مستغنی ہوجائیں اور صدہا یتیم اور لاوارث بچے اور بے وسیلہ بیوائیں غیر مذہب حضرات کی قبضہ میں جاکر صرف نان و نفقہ کے عوض اپنے سچے اور مقدس مذہب اسلام کو خیرباد کہنے سے بچ جائیں اور مسلمانوں کے شفاخانے' یتیم خانے اور محتاج خانے سیکڑوں کی تعداد میں کھل جائیں — اُن کے اسکول اور کالجوں کی تعداد میں بے انتہا ترقی ہوجاے اور موجودہ انسٹیٹیوشنوں کی مالی حالت بے انتہا عمدہ اور اطمینان بخش ہوجائے اور اُن کے منتظموں کو اس طرف سے بے انتہا بےفکری ہوجائے اور ایسے پبلک اور رفاہ عام کے کام چلانے میں بجائے موجودہ دشواری اور زحمت کے نہایت آسانی ہوجائے — اس کے سوا زکوٰۃ دینا ترقی اوروقار اور قیام عزت و وجاہت کے واسطے بہترین ذریعہ ہے — چونکہ زکوٰۃ دینا ہی اُس کے دیگر ابناے جنس زکوٰۃ دینے والے کو اعتبار اور وقعت اور محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں — زکوٰۃ' سخاوت اور جود کا ایک ایسا معتدل طریقہ ہے جو اس فرض کے پورا کرنے والے کو اسراف کی تکلیف اور بخل کی بدنامی دونوں سے محفوظ رکھتا ہے — ساکھہ اور اعتبار عام (جس کے

حاصل کرنے کی کوشش میں تجارت پیشہ گروہ اور دولت مند لوگ
ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں اور جس میں ذرا سا فرق آتے ہی بڑے بڑے
کاروباریوں کے دیوالے نکل جاتے ہیں) ذکوۃ نکالنا اُس کی حفاظت
کے واسطے ایک نہایت کم قیمت اور آسان تدبیر ہی - اگر خواہان
ساکھہ حضرات ذکوۃ نکالنے کی پابندی کریں تو ذکوۃ کے سالانہ اخراج
پر اُن کے تمول کا شہرہ ہوجانے سے اُن کا اعتبار اور ساکھہ پبلک کی نظر
میں دوبالا ہوجاے - ہمدردی جیسا متبرک جوہر جس کی تعریف
میں اور جس کی ضرورت پر مغرب اور مشرق کے قریبا تمام مصلح
ایک زبان ہیں اور جس کی نسبت ڈاکٹر سمول سمائلس اپنی مشہور
کتاب "ڈیوٹی" میں لکھا ہی : " عمدہ ترین اخلاق اور اعلی ترین
اشخاص نہایت ہی ہمدرد ہوتے ہیں " — ایک دوسری جگہ لکھتا
ہی " وہ شخص جو دوسروں کی نہ معاونت کرتا ہی نہ اُن سے ہمدردی
کرتا ہی بسا اوقات ایسا ہی صلہ پاتا ہی " - شیخ سعدی نے اس
مطلب کو اپنی کتاب بوستاں میں اس شعر میں ادا کیا ہی :

بحال دل خستگاں در نگر ❁ کہ با رے دل خستہ باشی مگر

ایسی اعلی خصلت اپنے آپ میں پیدا کرنے کے واسطے ذکوۃ نکالنے کی
عادت ڈالنا عمدہ اور بہترین تدبیر ہی - خدا سب اہل مقدرت مسلمانوں
کو ایسے مفید اور ایسے ضروری فرض کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے ،
تاکہ بہی خواہان قوم کو پبلک اور قومی کاموں کے سرمایہ کی فراہمی
میں اس قدر درد سری نہ کرنا پڑے جیسا کہ اب کرنا پڑتی ہی
اور اس میں آسانی ہوجاے ❁

حرمت شراب

از روے مذہب اسلام جس طرح مفید اعمال کا کرنا فرض کیا گیا
ہی ، اسی طرح مضر اعمال اور مضر اشیاء کا استعمال حرام کیا گیا
ہی — مذہب اسلام میں محرمات شرعی کے درجہ میں تمام ایسی
اشیا رکہی گئی ہیں جن کے استعمال سے صحت انسانی پر خراب اثر
پڑے یا ایسے اعمال رکھے گئے ہیں جن کے کرنے سے کار و بار دنیوی میں
ابتری واقع ہو - شراب کا پینا اسلام کی رو سے حرام ہی — شراب خوری
کا سب سے پہلے یہہ اثر ہوتا ہی کہ اس کے پینے والے کی عقل جاتی
رہتی ہی اور شراب کے پے در پے حملوں سے دماغ نہایت کمزور ہوجاتا

ہے — اعصاب ڈھیلے ہوجاتے ہیں ، ہاتھوں میں رعشہ پیدا ہوجاتا ہے —
معدہ میں پہونچ کر شراب ہضم نہیں ہوتی ، بلکہ اپنی حالت پر
قایم رہتی ہے — جب معدہ قبول نہیں کرتا تو جگر میں جاکر اُس کا
ستیاناس کرتی ہے — بعض دفعہ معدہ میں جو کچھہ ہوتا ہے اُس کو
ہمراہ لیکر قے کی راہ باہر نکل جاتی ہے — شراب کے نشہ کی حالت
میں شراب خور اور ایک دیوانے میں کوئی فرق نہیں رہتا — یہہ ایسی
حالت ہے کہ اس میں خود اپنا یا کسی دوسرے کا نقصان کرلینا
یہہ خراب اثر شراب خور میں پیدا ہوجاتا ہے — اور شراب خوری کی
یہہ ایسی خراب صفت ہے جس کی وجہ سے شراب پینے والا شخص
سوسیٹی پر بار ہوجاتا ہے — تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں
دستیاب ہوسکتی ہیں کہ شراب خوری کی مذموم عادت کی وجہ سے
کسی فرد واحد نے قوموں کو ناقابل تلافی نقصان پہونچا دیا ہے —
یہاں جزیرہ پیرم کا حال بیان کردینا کافی ہے ، جو ایک فرانسیسی
افسر کی شراب خوری کی بدولت فرانسیسی قوم کے ہاتھہ سے جاتا رہا —
اس کا قصہ یہہ ہے کہ فرانسیسی امیر البحر نے ایک فرانسیسی افسر
کو غیر آباد خالی جزیرہ پیرم پر فرانسیسی جھنڈا گاڑ کر قبضہ کرلینے
کا حکم دیا — یہہ افسر عدن میں آکر ایک انگریزی افسر کا مہمان
ہوا اور دعوت کے موقع پر شراب کے نشے سے بد مست ہوکر اس
فرانسیسی افسر نے اپنے خفیہ ارادہ قبضہ پیرم کا اظہار کردیا — انگریز
میزبان نے قبل اس کے کہ اُس کا فرانسیسی مہمان ہوش میں آئے ،
اپنے ایک ماتحت کو حکم دیا کہ فوراً جزیرہ پیرم پر انگریزی جھنڈا
گاڑ دیا جائے — چنانچہ اس انگریزی افسر نے حکم پاتے ہی جہاز
لے جاکر پیرم پر انگریزی جھنڈا گاڑ دیا ؛ اور شراب خانہ خراب نے
فرانسیسی ارادہ کو اپنے ادنیٰ اثر کے ذریعہ سے برباد کردیا — شراب
نوشی ہی کی بدولت ہندوستان کے مشہور بادشاہ شاہجہاں کا بیٹا مراد
تباہ و برباد ہوا اور اسی "جمع الاثم" کی مدہوشی کا اثر مراد
کی نہایت آسانی سے گرفتاری اور بالآخر اُس کی موت کا باعث ہوا —
اگر مراد شراب کا عادی نہ ہوتا تو غالباً ایسی آسانی سے وہ تباہ و برباد
نہ ہوتا — شراب کا استعمال انسان کی تندرستی پر خطرناک اثر کرتا
ہے — اس کے استعمال سے پھیپھڑے کے امراض پیدا ہوجاتے ہیں ؛

پھیپھڑا گل جاتا ہے — صرف شراب کی بدولت بہت سے نوجوان قبل از وقت موت کا شکار ہوجاتے ہیں — مجھے ایسے بعض بد قسمت اشخاص کا حال معلوم ہے جن کی موت صرف شراب کی وجہ سے واقع ہوئی اور شراب نے اُن کا پھیپھڑا اس قدر گلا دیا کہ قے میں اُس کے ٹکڑے مونھہ کی راہ باہر نکل گئے — کوئی شراب ایسی نہیں ہوتی جس میں الکوہل کی ایک خاص مقدار نہ ہو — مثلاً شیری شراب میں فی لٹر ۱۹٫۹۴ گرام الکوہل ہے، شامپین شراب میں فی لٹر ۱۰٫۱۴ گرام الکوہل ہے، کلارٹ شراب میں ۱۲٫۱۴ گرام فی لٹر الکوہل ہے — الکوہل ایک آتش شعلہ انگیز شے ہے جس کے بے دود شعلے نیلے رنگ کے ہوتے ہیں — الکوہل اپنی بے انتہا گرمی کی وجہ سے مثل ایندھن کے ہر وقت مشتعل رہتا ہے — یہی وجہ ہے کہ شراب کی جلا ڈالنے والی گرمی کی برداشت انسان کے اعضاے رئیسہ خاصکر کولیجے کے پھیپھڑا برداشت نہیں کرسکتا اور شراب کے استعمال سے وہ گل کر باہر نکل آتا ہے — خود شراب پینے والے لوگ بھی اس کا یقین رکھتے ہیں کہ شراب ایک قاتل چیز ہے اور اس میں مہلک زہریلا مادہ زیادہ ہے — اسی وجہ سے اُس کے استعمال کے پیمانے مقرر کرائے گئے ہیں، مگر شراب کے نشے کے بعد انسان کو اتنا ہوش ہی نہیں رہتا کہ پیمانہ کا لحاظ رکھہ سکے اور جو زہریلا مادہ رفتہ رفتہ پیمانہ کی وجہ سے انسان کے اعضاے رئیسہ کو متاثر کردیتا ہے مدہوش ہوجانے کے بعد خم کے خم چڑھانے سے اُس قاتل مادہ کی زیادہ زیادہ مقدار اُن اعضا میں پہونچتی رہتی ہے — شرابی آدمی کے راز ہاے دلی معلوم کرلینا کچھہ مشکل نہیں ہیں — اُس کو ذرا سی شراب پلادیجئے اور وہ سرور میں آکر اپنے دلی راز آسانی سے بغیر دریافت کئے اُگل دے گا — علم کی ترقی کے ساتھہ ہی جبکہ شراب کے اجزاے کیمیاوی علیحدہ کرائے گئے اور اُس کے قاتلانہ مضرتوں سے آج کل کے علماے مغرب کو واقفیت ہوئی تو باوجود غیر مسلم ہونے کے اُن میں سے اکثر نے شراب کی مضرتوں کو محسوس کیا اور موجودہ ممالک متمدنہ میں بھی تارک الخمر مجالس جا بجا قائم ہوگئیں جو آج پوری کامیابی کے ساتھہ چل رہی ہیں، اور اس طریقہ میں ہر قوم اور ہر ملک عملی صورت میں اسلام کے مفید معاشرتی حکم حرمت شراب کی تعمیل کررہا ہے —

جس کا حکم اب سے تیرہ سو برس قبل سے اسلام کر رہا ہی ۔ جبکہ نہ
علم کیمسٹری تھا نہ شراب میں الکوہل کی مقدار معلوم تھی — صرف
اُس قادر مطلق کے علم میں یہہ سب باتیں تھیں جس نے اپنے نبی کے
ذریعہ سے اس مہلک زہر کی برائی کی وجہ سے اہل اسلام کو اس کے
استعمال کی ممانعت کی اور اُن پر استعمال شراب حرام کردیا گیا *

حرمت ربا

قرآن مجید کی آیت ہی " و احل اللہ بیع و حرم الربوا " اور (" بیع
حلال کی اللہ تعالے نے اور ربا (سود) حرام کیا ") اس آیت سے صریح
طور سے سود لینے کی حرمت نکلتی ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ مذہب
اسلام کی رو سے سود لینا حرام کیا گیا ہی — سود خور آدمی آرام
طلب ہوجاتا ہی ، اور بالاخر وہ اس قدر کاہل ہوجاتا ہی کہ اُس
سے کسی قسم کی محنت و مشقت نہیں ہوسکتی ۔ اُس کی نظر پرائے
مال پر ہوتی ہی — یہہ حالت ایسی ہی کہ انسانی تمدن پر
اُس کا نہایت خراب اثر پڑتا ہی — بہترین تمدن انسان کا محنت سے
روٹی کمانا ہی — سستی ، کاہلی اور آرام طلبی یہہ انسان کی مذموم
صفات ہیں جو سود خوری سے انسان میں پیدا ہوجاتی ہیں —
سود خور میں مادہ حرص بہت زیادہ پیدا ہوجاتا ہی ، اور ان وجوہ
سے سود خور کے ابنائے جنس اُس سے نفرت کرنے لگتے ہیں — انگلستان
کا مشہور ڈراما نویس شیکسپیر (جس نے اپنے زور قلم سے انگلستان
میں قسم قسم سے قومیت کی بنیاد کو مضبوط کیا ہی اور جس نے
اپنے ملک کی اصلاح کی غرض سے زندہ قصہ ڈراما کے ذریعہ سے
بہت سے افعال قبیحہ اور حسنہ کا نتیجہ دکھایا ہی) اُس کے مشہور
ڈراما " مرچنٹ آف وینس " کو مطالعہ کیا جائے تو "شائلاک یہودی"
کے طرز عمل میں سب سے زیادہ یہی برائی نظر آئے گی کہ وہ سود
خور تھا — یہی ایک " شائلاک " کا ایسا عیب تھا جو اُس کی طرف
سے ناظرین " مرچنٹ آف وینس " کے دل میں نفرت پیدا کردیتا
ہی — برخلاف اس کے " انٹونیو عیسائی " کی جانب ایک قسم
کی ہمدردی پیدا ہوجاتی ہی جس کی سب سے بڑی صفت یہہ
بیان کی گئی ہی کہ انٹونیو اہل ضرورت کو بلا سود روپیہ دے
دیا کرتا تھا — " مرچنٹ آف وینس " کے لکھنے سے خواہ شیکسپیر
کی غرض عیسائیوں کی ملائمت اور ہمدردی اور یہودیوں کی

شقاوت اور سختی دکھلانا ہو یا کچھہ اور ہو — بہرحال اس ڈراما
میں یہودیوں کا عیب صرف سود خوری اور عیسائیوں کی صفت
بلا سود روپیہ دے دینا بیان کیا گیا ہی — اگر غور کیا جاے تو
درحقیقت یہہ ایسا عیب اور ایسی صفت ہی جس کا نہایت گہرا
اثر انسانی کار و بار پر پڑتا ہی — ایک غریب حاجتمند اپنی خاص
ذاتی ضرورت سے قرض مانگتا ہی اور ایک شخص جس کے پاس اس
کی ذاتی ضرورت سے زیادہ روپیہ بے مصرف رکھا ہوا ہی اس ضرورتمند
کو بغیر سود کے نہیں دیتا — جو لوگ صرف سود خوری کا پیشہ
کرتے ہیں اُن سے طبقہ غربا کو ناقابل بیان مضرت پہنچتی ہی —
یورپ میں یہودی قوم کی طرف سے نہایت ناراضی ظاہر کی جاتی
ہی - اس کی صرف یہہ وجہ ہی کہ یہہ قوم زیادہ تر سود کا لین دین
کرتی ہی — ابھی چند سال ہوئے روس کے ملک سے وہاں کی
گورنمنٹ نے بہت سے یہودی صرف اسی وجہ سے نکال دیئے کہ
اُن کی سود خوری کے باعث رعایاے روس نہایت تنگ تھی —
اگر تحقیقات کامل کی جاے تو ہندوستان میں صدہا ایسی مثالیں
ملینگی کہ تھوڑا سا روپیہ دے کر صرف سود کے ذریعہ سے بڑی بڑی
املاک اور زمینداریاں بلا مشقت ایسے سود خواروں کے پاس پہنچ
گئیں جن میں زمینداری کا مادہ بالکل نہیں ہی ' اور اُن زمینداریوں
اور املاکوں کے پشتینی مالک نان شبینہ کو محتاج ہوگئے — غریب
کاشتکار ہمارے ملک میں سود خواروں کے جال میں ایسے پھنسے
ہوئے ہیں کہ اُن کا اس جال سے نکلنا ناممکن ہی — ان سود
خوروں کا سود بالائے سود اور پھر اکٹھی کا نرخ پھر کٹتی ' غرض ایسا طویل
سود کا سلسلہ ہی کہ دو تین برس کے عرصہ میں تگنے اور چوگنے
پر نوبت پہنچ جاتی ہی — ہم کو ایسی مثالیں معلوم ہیں کہ
دو ڈیڑہ سو روپیہ سال کا پتہ دار کاشتکار صرف بقدر اپنے اور اپنے
کنبہ کے کھانے کے جو ' مکا وغیرہ موٹا غلہ روزانہ اپنے ساہ سے لے کر گذر
کرتا ہی باقی اس کا تمام پیداوار اس کے سود خور ساہ کی نذر
ہوتا ہی — غرض کہ سود کے مظالم ہمارے ملک کے کاشتکاروں سے
جاکر دریافت کیجیئے جو ایک دفعہ کسی سود خور ساہ سے تھوڑا
قرضہ لے کر ہمیشہ کے واسطے اس کے غلام ہوجاتے ہیں — سود کی

بھی خرابیاں ھیں کہ مذھب اسلام نے اس کو حرام کردیا تاکہ سود لینے والا اس کی شقاوت سے محفوظ رھے اور دینے والا اس کے مظالم سے *

حرام غذائیں

سور یا ایسے جانور کا گوشت کھانا حرام کیا گیا ھی جس سے انسان کی صحت پر خراب اثر پڑے — سور کے گوشت کے متعلق یہہ معلوم ہوا ھی کہ نہایت ثقیل ھوتا ھی - اس میں زیادہ فضلہ ھی فضلہ ھوتا ھی - ایسی غذائیت جس سے خون بڑھے اس میں برائے نام ھوتی ھی — اسی طرح مردہ جانور کا گوشت حرام کیا گیا کیونکہ نہیں معلوم اُس کی موت کا کیا باعث ھوا - ممکن ھی کہ اُس کو کوئی ایسا مرض ھوا ھو جس کا خراب اثر گوشت کھانے والے پر پڑے — غرض جملہ حرام غذاؤں میں ضرور کوئی نہ کوئی طبی مضرت پائی جاتی ھی جو اُن کے حرام ھونے کی وجہ ھی *

قمار بازی

جوا کھیلنا بھی مذھب اسلام کی رو سے جائز نہیں رکھا گیا - جوے بازی میں سب سے بڑا سقم یہہ ھی کہ جوے باز انسان بجائے خود قوت بازو سے کمانے کی کوشش کے دوسرے کی دولت پر نظر رکھتا ھی — جواری کی سب سے بڑی تمنا یہہ ھوتی ھی کہ اُس کے حریف کو مالی نقصان پہنچے اور فریق مخالف کی ھار ھو - ظاھر ھی کہ دوسرے بنی نوع انسان کی برائی چاھنا ناقابل نظر انداز عیب ھی — جوے کے عیب کا بدنما وھی اثر ھی اور وھی نتیجہ ھی جو چوری یا ڈکیتی کا ھی یعنی دوسرے ھم جنس کو نقصان پہنچاکر اپنا فائدہ کرنا — یہی باعث ھی کہ مثل چوری اور ڈکیتی کے جوا کھیلنا بھی از روے مذھب اسلام حرام کیا گیا ھی *

نکاح

گو خدا کے فضل سے ھمارا ملک ابھی تک ایسے لوگوں سے پاک ھی مگر یورپ اور امریکہ میں بعض ایسے ناسمجھہ اور برائے گفتن آزاد خیال لوگ ھیں جو زن وشو کی باھمی پابندی بے کار سمجھتے ھیں - اُن کے نزدیک اس کی ضرورت نہیں ھی — مگر مذھب اسلام نے ایسی عدم پابندی کو حرام کیا ھی — ایسی مہلک آزادی دنیوی انتظام کو درھم برھم کردینے والی ھی — اس کی اگر روک نہ کی جائے تو تقسیم وراثت جدی میں سخت ترین دقتیں واقع ھوں اور حق دار ناحق اور ناحق حق دار بن جائیں — دنیا کا انتظام اطمینان اور آرام سے ایسی ھی حالت میں بہتر ھوسکتا ھی جب کہ ایک چیز کا ایک ھی مالک تسلیم

کیا جائے؛ اس کے خلاف میں لڑائی دنگہ اور بڑھمی انتظام کا اندیشہ ہی — ہر شے کی ملکیت از روے وراثت ہوتی چلی آئی ہی، اور وراثت کے واسطے تعین پدر لازمی ہی ٭

غرض کہ مذہب اسلام کے ہر ایک حکم کو بغور دیکھنے سے ثابت ہوجاتا ہی کہ اس میں دنیا اور آخرۃ دونوں کی بہتری کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہی — اس تحریر میں صرف چند احکامات کی تھوڑی تھوڑی خوبیاں بیان کرنے پر اکتفا کیا گیا ہی — ورنہ مذہب اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہی جس میں یہہ بات بدرجۂ اتم نہ ہو — یہہ تمام مفید اصول مذہب اسلام نے اس وقت دنیا کے سامنے پیش کئے جب کہ موجودہ متمدن دنیا اور ترقی یافتہ اقوام قعر مذلت اور جہالت کی تاریکی میں سر ٹکرا رہی تھیں — یہہ احوال ایک ایسے شخص نے سمجھائے جس کے پاس نہ ظاہری ترقی کے ذرائع تھے، اور نہ ایسی ظاہری علمی صحبت تھی جس کا یہہ اثر ہو — کیا یہہ حیرت کا مقام نہیں ہی کہ آج جو دنیا تمدن میں اس قدر ترقی کرگئی ہی اور یہہ کچھہ جس کا دعویٰ ہی وہ اسلام کی تیرہ سو برس کے تمدنی اصول پر کچھہ بھی اضافہ نہیں کرسکی ؟ قرآن مجید پر ذرا سے غور سے معلوم ہوجاتا ہی کہ جو کچھہ مدنیت کے واسطے آج ہورہا ہی وہ اسلام میں تیرہ سو برس سے موجود تھا — یہاں پہنچ کر اقرار کرنا پڑتا ہی کہ وہ مصلح اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ و سلم جو کچھہ ارشاد فرما گئے وہ درحقیقت خالص القاے ربانی کا اثر تھا اور بس — اس میں شبہہ نہیں ہی کہ موجودہ زمانہ کے مسلمان بہترین مدنیت اور دنیوی ترقی سے دور جا پڑے ہیں — ذرا سے غور سے صاف ظاہر ہوجاتا ہی کہ اس کا اصلی باعث ارکان اسلام کی پابندی میں سستی اور بے پرواہی ہی — جیسے جیسے مسلمان اس جانب سے کاہل اور بے پروا ہوتے گئے ویسے ہی ویسے ترقی سے جدا ہوتے گئے ٭

آخر میں خدا سے دعا ہی کہ وہ اہل اسلام کو ارکان اسلام کی پوری پوری پابندی کی توفیق عطا فرماے تاکہ مسلمان پھر اپنی کھوئی ہوئی مدنیت حاصل کرلیں اور دنیا کی ترقی کی شاہ راہ پر پہنچنے کے ساتھہ ہی آخرۃ کی سرخروئی سے بھی محروم نہ رہ جائیں — و اللہ علی کل شی قدیر و علیہ التکلان — فقط ٭

دہلی :   خادم موسیٰ

١٨ مارچ سنہ ١٩١٣ع

ضمیمہ ا

اسلام انگریزی خواں مسلمانوں میں

گزشتہ خاموشی اور بے پروائی کی حالت پر نظر کرتے ہوئے ہم کو موجودہ زمانے کی بہتری کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ ہر سمت سے اشاعت و حفاظت اسلام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں اور نہ صرف تحریر و تقریر ہی تک اکتفا کیا گیا ہے ؛ بلکہ عملی کارروائی کی جانب بھی مسلمانوں کا قدم بڑھنا شروع ہوگیا ہے اور انجمن ہدایت اسلام دہلی اور انجمن اشاعت اسلام علیگڈھ اور سب سے بڑھکر مدرسۃالہیات کانپور ان عملی کارروائیوں کی مثالیں ہیں - خدا ان مبارک تحریکوں میں پوری برکت عطا فرمائے — اس نظر سے کہ اس حرکت کے شروع ہونے کا باعث چند ہی سہائیں ہوئی ہیں ، ہم کو ان کا بھی شکر گزار ہونا چاہیئے " عدو شود سبب خیر ، گر خدا خواہد " *

اس سلسلہ میں درحقیقت ہمارے مخدوم قاری سرفراز حسین قوم کی جانب سے نہایت ہی شکر گزاری کے مستحق ہیں — اب سے بہت پہلے سے ، جبکہ فضل الہی سے ہر جانب سے اشاعت و حفاظت اسلام کے مسئلے پر توجہ کی جاری تھی ، قاری صاحب نے اس طرف اپنی عملی توجہ مبذول فرما رکھی ہے *

منجملہ دیگر مضامین کے قاری صاحب کے اس مضمون نے ، جو ۳۰ (ستمبر سنہ ۱۹۰۸) کے علیگڈھ انسٹیٹیوٹ گزٹ میں شایع ہوا ہے ، خاص طور پر اس وجہ سے اور بھی اہمیت حاصل کرلی ہے کہ اس کے ذیل میں ہمارے موجودہ ناخدائے قوم نواب وقارالملک بہادر قبلہ نے نہایت مفید اور ضروری حاشیہ لکھکر اس میں خاص جدت پیدا کردی ہے اور انہوں نے قوم کے اہل قلم اور اس سلسلہ میں کام کرنے والوں کے سامنے ایک بالکل نیا ؛ مگر نہایت ضروری اور مفید مضمون پیش کیا ہے ، جس سے غفلت کی صورت میں نہ صرف ہم کو سخت دینی مضرت پہنچنے کا اندیشہ تھا ؛ بلکہ دنیوی نقصان بھی یقیناً پہنچ جاتا اور ہماری قومیت کا ڈھانچا خاک میں مل جاتا ، اگر نواب صاحب قبلہ حاشیۂ مذکور میں ہم لوگوں کی غفلت کا سچا فوٹو نہ دکھاتے اور ہماری توجہ کو اس جانب

مائل نہ کرتے ــــ میں بلا خوف شکایت صاف کہونگا کہ دینی فرایض کی جانب سے غفلت کا عیب انگریزی دانوں میں اس کثرت سے شایع ہوتا جاتا ہے کہ اب وہ عیب نہیں سمجھا جاتا ــــ شاید ان صاحبوں میں پانچ فی صدی ایسے ہونگے ، جو اس متعدی مرض سے محفوظ ہوں اور علانیہ طور پر ترک صوم و صلواۃ کرنے سے ہچکچاتے ہوں ــــ اگر آج دنیا میں میدان حشر قایم ہو جائے اور انبیا ، جو درحقیقت سب سے بڑے قومیت کے موجد اور بانی ہیں ، اس امر پر مامور ہوں کہ وہ اپنی اپنی امت (قوم) کے لوگوں کو جدا جدا گروہوں میں فراہم کریں اور ہمارے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم (روحی فداہ) اس بات کا جایزہ لیں کہ ہم میں سے کون کون ہے ، جو کم سے کم فرایض کا ادب کرتا رہا ہے ، تو نہایت مشکل ہو جائے ــ نہ تو اپنی قیرتی (فرض) سے بے پروائی کے باعث ہم اس قابل ہیں کہ اپنے تئیں امت مرحومہ میں شمار کرا سکیں اور نہ کوئی دوسرا گروہ ہم کو قبول کریگا ــــ پس نتیجہ سوائے ندامت اور بربادی و تباہی کے کچھہ بھی نہیں ہوگا *

قاری صاحب نے ہمارے کالج میں جن مذہبی نقصوں کا تذکرہ کیا ہے ، میں اُن سب سے پورے طور پر متفق ہوں ؛ بلکہ دینی حالت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ، میں اُس سے بھی زیادہ ناقص حالت دیکھتا ہوں ، جو قاری صاحب نے بیان فرمائی ہے ــــ اس کی بڑی وجہ یہہ ہے کہ ہمارے طلبا کے سامنے جو مثالیں پیش ہوتی ہیں، وہ اکثر صوم و صلواۃ کی جانب سے غفلت اور بے پروائی کرنے والوں کی ہوتی ہیں ــــ اکثر موقعوں پر دیکھا گیا ہے کہ نماز کا وقت آگیا اور حاضرین میں سے ایک دو بندگان خدا ادائے نماز کے لیئے کھڑے ہوئے ؛ مگر باقی حضرات ویسے ہی بیٹھے ہوئے ، یا تو اخبار پڑھتے رہے ، یا باتوں میں مصروف رہے ، یا چہل قدمی کرنے لگے اور "ٹس سے مس" نہ ہوئے ــــ شاید ایسے حضرات کے دلوں میں اس امر کا خیال بھی نہیں گذرتا ہوگا کہ ہم سے سخت دینی غلطی سرزد ہوئی ہے اور ہم نے اپنی روح پر اس وقت ظلم کیا ہے کہ اپنے برادران دین کے ہمراہ ادائے فرایض میں شریک نہیں ہوسکے ــ اس قسم کی غفلت ہمیشہ سے دنیا میں ہوتی رہی ہے ؛ مگر ایسے حضرات ، جو صوم و صلواۃ

سے غافل ہیں ' شاید پانچ فی صدی ہوتے تھے ـ افسوس ہی کہ موجودہ حالت میں ان حضرات کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہی اور ندامت تو ان کے دلوں سے قطعاً کافور ہوگئی ہی - بلاشبہہ دینداری سے غفلت کی مثالیں ہمارے کالج میں موجود ہیں ؛ مگر ہم کو پورا اطمینان کرنا چاہیئے کہ نواب وقارالملک بہادر قبلہ کے مبارک اور دیندارانہ پُرزور عہد میں اس جانب ضرور توجہ مائل ہوگی اور کالج سے یہہ مذہبی نقص انشاءاللہ پورے طور پر رفع ہوجائیگا اور اب سے دس برس بعد نوجوانوں کا جو گروہ ہمارے کالج سے فارغ التحصیل ہوکر نکلے گا ' وہ ایسا ہوگا کہ اگر سہواً بھی اُن کا نماز روزہ جاتا رہے گا ' تو راسخ العقیدہ اور کامل الایمان ہونے کے سبب خوف الٰہی سے اُن کے چہرے زرد ہوجائینگے اور جسم تھر تھرانے لگے گا *

مگر زمانہ طالب علمی ختم ہونے کے بعد کی اصلاح کرنا زیادہ تر ہمارے ہاتھہ میں ہی ' جس کو " سوسائٹی " کے اثر سے ہم ٹھیک کرسکتے ہیں اور وہ اسی صورت سے ممکن ہی کہ ایسے افعال سرزد ہوجانے کی صورت میں ہم پورے طور پر نوٹس لیں اور اس معاملے میں اپنے دوستوں کو سہل انکار نہ ہونے دیں *

قاری صاحب کے مضمون زیر بحث کے بعض فقرے میری سمجھہ میں مطلق نہیں آئے ; بلکہ میں صاف عرض کروں گا کہ جو کچھہ میں سمجھا ہوں ' اگر اُن فقروں کا وہی مطلب ہی ' تو یہہ فقرے مضمون نگار کی شان سے گرے ہوئے ہیں - ہم میں اگر فقرائے کامل اور علمائے شرع متین کا زہد و تقوی نہیں ہی ' تو نہ ہو — اس سے کوئی خدا کی نافرمانی نہیں ہوتی - ادائے فرائض میں قصور نہیں آتا ; مگر مستحبات کو فرائض کے ساتھہ شامل کرکے اس کے ساتھہ ترک صوم و صلوۃ کو بےپروائی سے دیکھنا اور اُس کو قابل عفو خیال کرنا ; ایک ایسا امر ہی کہ اُس میں قاری صاحب کے ساتھہ ہم ہرگز متفق نہیں ہونگے - کوٹ پتلون سے نفرت کٹ ملاوں کی من گھڑت ہی اور اب یہہ بات تقویم پارینہ ہوگئی ہی - اسلام نے کوئی مخصوص لباس مقرر نہیں کیا - ڈاڑھی کا مسئلہ بھی مختلف فیہ ہی — ہم کو ان باتوں کی پرواہ نہیں کرنی چاہیئے ; مگر جو لوگ نماز روزہ کے پابند نہیں ہیں ' ان سے اگر ہم سچی محبت کرتے ہیں تو

ہم کو بے دریغ اظہار حق کرنا چاہیئے اور کم سے کم نہایت ملایمت سے
تنہائی میں اُن کو فہمایش کرنی چاہیئے ٭

ایسے حضرات کی جانب سے اکثر یہہ کہا جاتا ہی کہ ہم ایسی نماز
ادا نہیں کرتے ، جو حضور قلب سے نہو - غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ
یہہ عذر کس قدر فضول اور کس قدر لغو ہی - نماز روزہ خدا کے فرایض
ہیں اور جب ہم کو مذہب اسلام کے پیرو ہونے کا اعتراف ہی ، تو یہہ
ہماری " ڈیوٹی " ہوگی - کیا کوئی عذر ، کوئی بہانہ ایک " جنٹلمین "
کے لیئے اس حالت میں پسندیدہ ہوسکتا ہی کہ وہ صرف عدم
حضور قلب کے سبب اپنی " ڈیوٹی " سے جان چرائے ؟ جب ہم عدالتوں
میں جاکر مقدمات کی پیروی کرتے ہیں ، جب ہم نالشیں سنتے اور اُن کو
فیصل کرتے ہیں ، جب ہم ٹھیک وقت پر دفاتر اور محکمہ جات میں
حاضری دیتے ہیں اور ایسا کرتے وقت آندھی ، بارش ، گرمی ، سردی
یہاں تک کہ مرض اور بعض اوقات اعزہ کی موت کی بھی پروا نہیں
کرتے اور " ڈیوٹی " سمجھکر اپنے کام پر حاضر رہتے ہیں اور حضور
قلب اور جی نہ چاہنے کا خیال نہیں کرتے اور طوعا و کرہا اپنے
" فرض " کو پورا کرتے ہیں ؛ تو کیا اُس خدا کا فرض ، جس کو ہم نے اپنا
احکم الحاکمین تسلیم کرلیا ہی ، اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتا جتنی کہ
حکام مجازی کے فرایض کی حیثیت ہی - کیا شہید پومپی آئی کا محافظ سپاہی
صرف اس بہادری کے باعث کہ اُس نے اپنے تئیں کوہ ویسوویس کی آتش
فشانی کی نذر کردیا ؛ مگر اپنے " فرض " سے نہ ہٹا اور وہ اس عزت
کے قابل سمجھا گیا ہی کہ ہزار برس گزرنے پر بھی اُس کے خود او زرہ سے
نیپلز کا عجائب گھر زینت پاے ، دل سے اپنا جلایا جانا پسند کرتا تھا ؟
کیا جان آف آرک اپنے زندہ جسم کو آگ کے شعلوں کی نذر کرنا پسند
کرتی تھی ؟ کیا بقراط زہر پیکر جان دینا اچھا سمجھتا تھا ؟ کیا فطرت
انسانی پر غور کرتے ہوئے یہہ بات سمجھ میں آسکتی ہی کہ ان لوگوں کا
جی چاہتا تھا کہ ہم مرجائیں ، غارت ہوجائیں اور دنیا بھر میں اپنی سب
سے پیاری چیز " جان " قربان کردیں ؟ ہرگز نہیں ؛ مگر انہوں نے اقرار
کیا اور اُس کی تعمیل کو اپنا فرض سمجھا اور خواہش نفسانی کی کچھہ
پروا نہیں کی ، جس کا یہہ نتیجہ ہی کہ آج ہزاروں برس گزرنے کے بعد بھی

اُن کا نام ویسا هی روشن هی - یهه بات حضور قلب کے عذر اور دلی خواهش کے انداع کی صورت میں اُن کو هرگز میسر نه هوتی — کیا ان مثالوں سے متنبه هوکر یهه ممکن نهیں هی که بلحاظ " فرض " بلا خیال دلی خواهش کے هم نماز روزه کو پورا کریں اور اس فضول وسوسهٔ نفس اور " عذر گناه بدتر از گناه " کو پیش کرنا چهوڑ دیں که چونکه دل کا حاضر هونا ممکن نهیں تها ؟ اس لیئے نماز پڑهنا بیسود تها ؟ اگر میری گزارش پر ذرا ٹهنڈے دل سے غور کیا جاے گا اور مضمون هذا کے پڑهنے کے بعد صرف دس منٹ خاموش هوکر اپنے ضمیر سے سوال کیا جائیگا که هم کیا کرتے هیں اور هم کو کیا کرنا چاهیئے ' تو انشاءالله نتیجه اچها نکلیگا — والله ولی التوفیق *

خاکسـار

(مومی)

(منقول از علیگڈه انسٹیٹیوٹ گزٹ مورخه ۲۱ اکتوبر سنه ۱۹۰۸ع)

ضمیمہ نمبر ۲

باپ کی جانب سے بیٹے کو کھلا نصیحت نامہ

(نمبر ۱)

(بنام محمد ہارون خاں شروانی (علیگ) طالب علم کرائسٹ کالج کیمبرج مقیم انگلستان)

میرے لخت جگر ہارون ، خدا تمہاری عمر ، علم ، مدارج دنیوی اور مدارج دینی میں ترقی کرے — السلام علیکم - تم نے چند خطوط کے ذریعہ سے مجھہ سے قرآن مجید کی متعدد آیتوں کا مطلب دریافت کیا تھا - اُن خطوں کے جواب میں میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ان آیتوں کا مفہوم میں تم کو بذریعہ رسالہ علی گڈہ منتہلی بتاؤں گا ، تاکہ اُس سے تم بھی استفادہ حاصل کرو اور ساتھہ ہی دیگر ناظرین رسالہ مذکور بھی اُس سے متمتع ہوں — چنانچہ حسب وعدہ میں ذیل میں مسطور رہ بالا آیات قرآنی کی وہ تفسیر جو بعد غور میرے ذہن نشین ہوئی ہے لکھتا ہوں ، لیکن اُس سے قبل کہ میں مطلوبہ آیتوں کا مطلب بتاؤں — تم مجھہ کو اجازت دو کہ میں تمہیداً کچھہ اور ایسی باتیں بھی لکھوں جن سے اُمید ہے کہ تم کو اور دیگر ناظرین کو روحانی فائدہ پہونچے — " واللہ الموافق والمعین " *

برخوردار من! کیا تم نے آیات قرآنی کا مطلب مجھہ سے صرف اس واسطے دریافت کیا ہے کہ میں اس بات کے علم سے خوش ہوجاؤں کہ تم قرآن مجید کی نہ صرف رسمی تلاوت ہی کرتے ہو بلکہ اُس کے سمجھنے کی کوشش بھی کرتے ہو؟ کیا اس لکھنے سے کہ " میں قرآن مجید برابر پڑھتا ہوں " تم نے یہہ خیال کیا ہے کہ اس کے ذریعہ سے تمہارے پکا دیندار ہونے کا نقش میرے دل پر بیٹھہ جائے گا اور تماری محبت زیادہ ہوجائے گی ؟ اگر ایسا ہے تو سن لو کہ انسان کو وہ کام کرنا چاہئیے جس میں اُس کو یا دوسرے کو فائدہ پہونچے - یہہ خیال کہ ہم دوسرے کو غلط فہمی میں رکھیں بالکل مضر اور وقت ضائع کن ہے اور بجائے اس کے نہ کسی قسم کا فائدہ ہر اپنی ذات اور دوسرے

کي ذات بھي دونوں کو اس سے نقصان پہونچتا هی دوسرے کو تو صرف اسي قدر اس سے نقصان پہونچنے کا اندیشہ هی کہ وہ غلط فہمي میں مبتلا هوگیا ، مگر ایسا کرنے والا بھي زیادہ اپنے کو نقصان پہونچا لیتا هی — اول تو اُس نے غلط بیاني سے کام لیا جو نہ صرف روحاني گناہ هی ، بلکہ اس بد عادت سے جو آخر کو جاکر طبیعت ثاني بن جاتي هی انسان ابناے زماں کے نزدیک حقیر و ذلیل هوجاتا هی ، دوسرے جو شخص صرف دوسروں کو غلطي میں ڈالنے کے لیئے اس قسم کے سوالات کرتاهی وہ اُن کے جوابات کو بے پرواهی سے دیکھتا هی جس کا نتیجہ یہہ هی کہ وہ اُس حقیقي روشني سے محروم رهتا هی جو اُس کا مجیب ڈالنا چاهتا هي — تیسرے وہ وقت جو ایسے سوالات کے گڑهنے ، لکھنے ، اور اُن کے جوابات پڑهنے میں خرچ هوتا هی ، وہ بالکل بے کار جاتا هي — تم جو انگلستان جیسے ملک میں هو اور بفضلہ تعالی وهاں تعلیم حاصل کررهے هو ان نقایص کی اهمیت کو اچهی طرح سمجھ گئے هوگے جن کا سمجھنا اور اُس عظیم الشان خرابي کو محسوس کرنا تم کو دشوار هوتا اگر تم هندوستان میں هوتے — انگلستان نے مشرق سے سچ کي اهمیت اور ضرورت اور یہہ کہ یہہ خصلت انسان کو دنیوي زندگي کے فوائد کے لحاظ سے کس قدر ضروري هي معلوم کي اور اپنے بچوں (اهل انگلستان) پر اس کا اتنا گہرا اثر ڈالا کہ آج جهوٹ اُس ملک میں ایسا هي کمیاب هی ، جیساکہ موجودہ زمانے میں هندوستان میں سچ — تم ضرور قرآني تہذیب کو انگریزي تہذیب کا منبع کهوگے ، جبکہ اُس مقدس کتاب الهي کي ایسي آیات کو بغور دیکھوگے جن میں سچ کي تعریف اور هدایت ، اور جهوٹ سے نفرت دلانے کي کوشش کی گئي هی — ایسي آیتیں قرآن میں تم کو جا بجا ملیں گی — مثلاً سورۃ توبہ (رکوع ۱۲) دیکھو جہاں هم مسلمانوں کو نہایت زور سے کہا گیا هی " یاایها الذین آمنوا اتقوالله وکونوا مع الصدقین " — اسي طرح جب تم فرضیت نماز کي باریکي پر غور کروگے تو تم کو معلوم هوگا کہ باقاعدگي اور ضبط اوقات کي عادت کے واسطے انسان کو اُس سے کس قدر مدد مل سکتي هی — یہي صورت هی تکبر اور تبختر کي حرمت کی کہ وہ ترقي انسان کے منافي اور تحقیق و تفتیش جیسي مفید خصلت کے واسطے زبر دست روک هی — تم انگلستان میں بہ کثرت ان خصائل

کر دیکھکر بہت زیادہ متحیر مت ہوجانا—یہہ تمام خصائل ہم مسلمانوں کے ہیں اور اُس وقت سے ملکیت ہیں ' جبکہ انگلستان محض تاریکی اور جہالت میں مبتلا تہا—شامت اعمال سے ہم نے ان عمدہ خصائل کو چھوڑا اور اہل یورپ نے ہم سے حاصل کیا — اُستاد حالی کا یہہ شعر واقعات پر مبنی ہی

شریعت کے جو ہم نے پیمان توڑے

وہ لے جا کے سب اہل مغرب نے جوڑے

اہل یورپ کی ترقی کا اصل راز یہی ہی کہ جو عمدہ خصائل و عادات اسلام نے اپنے پیرووں کو سکھائے تھے وہ عرب سے نکل کر براہ افریقہ اسپین میں پہونچے اور وہاں سے تمام یورپ میں پھیل گئے — تم تاریخ پر غور کروگے تو تم کو ثابت ہوگا کہ مغربی ترقی اور تہذیب کا زمانہ یہیں سے شروع ہوا ہی جس کے بڑے بڑے علماے یورپ بھی مقر ہیں — خود کجا بود مرکب کجا نا ختم*

ہاں تو مجھہ کو ضرور اس بات پر کہ تم نے چند قرآنی آیتوں کا مطلب مجھہ سے دریافت کیا تھوڑی سی بدگمانی ہوئی ' لیکن مجھہ کو تمہاری صلاحیت سے اور اس لحاظ سے کہ تم ایسے ملک میں ہو ' جہاں یہہ بدعادات بہت کمیاب ہیں یقین ہی کہ یہہ میری بدگمانی غلط اور محض غلط تھی — برخوردارمن ! سچ میں تم کو کسی پرائیویٹ خط میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ تم ایک آزاد ملک میں ہو اور اس وقت بالکل آزاد ہو — تم کو خرابی کے بھی ویسے ہی مواقع حاصل ہیں جیسے عمدگی کے — بعض خرابیاں (میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہی) اُسی ملک میں ایسی ہیں ' جن کو اُس ملک کے باشندوں کی کثرت راے خرابی نہیں سمجھتی اور ظاہرا حالت کو دیکھنے سے کوئی خرابی معلوم بھی نہیں ہوتی — لیکن جب اُس پر ذرا تعمق کی نظر ڈالی جائے اور اُن خصائل کے عادیوں پر اپنے ملک میں (جس میں انشاء اللہ تم کو بڑا حصۂ زندگی بعد تکمیل تعلیم بسر کرنا ہی) نگاہ کی جائے تو تم کو اس کی کثرت سے مثالیں ملیں گی کہ وہ عادات جن کو اہل یورپ عیب نہیں سمجھتے اہل ہند کے حق میں سم قاتل ثابت ہوئیں — پس تم جن عادات و خصائل

کو اپنے میں پیدا کرنا چاہو بحیثیت باشندہ ہند ہونے کے تمام اُس کے فراز و نشیب پر غور کرنے کے بعد اور اُس کی اپنے ہی ملک میں تمثیلوں پر نظر ڈالنے کے بعد اُن پر عمل کرو — تم کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اب تم جو کچھہ بھی کروگے وہ اپنی اور صرف اپنی ذمہ داری پر کروگے — تمہارے تمام افعال کا اثر تم پر اور صرف تم پر ہوگا — ہم اُس سے بالکل بری الذمہ ہیں — انشاء اللہ تعالیٰ خدا کی مدد سے جب تم اپنی تعلیم مکمل کرکے وطن کو بخیریت واپس ہوگے تو اُس کا فائدہ بھی تم اپنے ہی کو پہونچاؤگے ہم تو صرف تمہاری بہتری سے سرور حاصل کرنے والے ہیں — تم یہہ کبھی مت خیال کرنا کہ یہاں (انگلستان) میں میرے افعال کا دیکھنے والا کوئی نہیں ہے *

برخوردار من سنو ! اور دھیان رکھو ! کہ اول تو تمہارے افعال کا دیکھنے والا خدا ہے ' جو جیسا ہندوستان میں دیکھتا ہے ویسا ہی انگلستان میں ' یا کسی دوسری جگہ — دوسرے تمہارے ہر ایک فعل کا دیکھنے والا خود تمہارا ضمیر ہے ' جس کو دوسرے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ خود تم اپنے افعال کے دیکھنے والے ہو جن کا نیک یا (خدا نخواستہ) برا اثر تم کو اور صرف تم ہی کو بھگتنا پڑے گا ' اس سے تم سمجھہ گئے ہوگے کہ تم انگلستان میں آزاد نہیں ' بلکہ خدا اور اپنی ذات یعنی ضمیر کے پابند ہو *

برخوردار ہارون ! معاف کرو ' تمہارا بہت حرج ہوا — بقیہ نصائح کو پھر پر چھوڑکر اب میں اُن آیات قرآنی کی تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہوں جو تم نے مجھہ سے دریافت کی ہیں اور مجھکو یقین ہے کہ اُن کا مطلب تم نے صرف تفریحاً ہی نہیں پوچھا ہوگا ' بلکہ استفادہ حاصل کرنے کی غرض سے پوچھا ہوگا *

پہلی آیت قرآن کریم ' جس کا مطلب تم نے اپنے خط مورخہ آخر ہفتہ فروری میں دریافت کیا ہے یہہ ہے — " و اذا قیل لہم آمنوا بما انزل اللہ قالوا نومن بما انزل علینا ویکفرون بماوراءہ و ہوالحق مصدقالما معہم قل فلم تقتلون انبیاء اللہ من قبل ان کنتم مومنین " — ترجمہ " اور جب اُن سے (بنی اسرائیل سے) کہا جاتا ہے کہ اُس چیز پر ایمان لاؤ جو خدا نے بھیجی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اُس پر

ایمان لائے ہیں جو ہم پر اُتری ہی ' اور اُس کے سوا کسی کو نہیں مانتے — حالانکہ وہ (یعنی قرآن مجید) سچ ہی اور تصدیق کرتی ہی اُس چیز کی جو اُن کے پاس ہی یعنی (توریت کی) تو اُن سے کہہ (یہہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب ہی تو پھر تم نے کس لئے اگلے زمانے میں انبیاء اللہ کو مار ڈالا - اگر تم (توریت پر) ایمان رکھتے تھے - اوپر کی آیتوں سے بنی اسرائیل کے مقابل میں دلائل حقانیت اسلام بیان ہوتے چلے آئے ہیں اور جو جو وہ لوگ اعتراضات (رسول اللہ کے زمانے میں) کرتے تھے اُن کے جوابات مع دلائل کا سلسلہ چلا آتا ہی ' اس آیت میں تم نے قرآن کریم اور اسلام کی فیاضی دیکھی ! اُس نے نہایت صفائی سے توریت کی تصدیق کی ہی ' یہاں سے اُس کا (قرآن مجید کا یہہ دعوی بھی ظاہر ہوتا ہی کہ وہ تمام دنیا کی (بلا استثنا کسی مذہب کے) بھی ہدایت کے واسطے ہی ' لیکن ساتھہ ہی توریت اور دیگر انبیا کے اصل مذاہب کی تکذیب نہیں' بلکہ تصدیق کرتا ہی — اسلام کا بذریعہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے دنیا میں ظاہر ہونا اس ضرورت سے تھا کہ امتداد زمانہ کے باعث جو مذاہب میں خس و خاشاک اس قدر مل گیا تھا کہ اُن کی اصلیت میں فرق آگیا اور مذاہب کی اصل غرض ' بلکہ اصول فوت ہوگیا تھا اُس کی تجدید کردے اور ایسی صورت میں تجدید کردے کہ پھر خرابی اُس میں شامل ہونے کی گنجایش ہی نہ رہے — یہہ اس مقدس مذہب کی اعلیٰ درجہ کی فیاضی ہی کہ اُس نے صاف صاف اُس کا جا بجا اظہار کیا ہی ' چنانچہ مذکورہ بالا آیت میں بھی یہی ذکر ہی کہ قرآن اور توریت دونوں سچ ہیں ' لیکن توریت کے پیرو جو توریت کو صرف زبان سے سچ کہتے ہیں ' اُن کا عمل اُس کے خلاف ہی چنانچہ اس کا ثبوت یہہ ہی کہ باوجود علم کے اُنہوں نے پچھلے زمانے میں چند انبیا علیہم السلام کو قتل کردیا صرف اس باعث کہ وہ احکام الٰہی کی تعمیل کرنے کی ہدایت کرتے تھے — چنانچہ حضرت یحیی علیہ السلام کا سر بنی اسرائیل کے بادشاہ احاب نامی نے صرف اس وجہ سے کٹوالیا کہ اُنہوں نے اُس بادشاہ کو ایک قریبی رشتہ دار عورت سے نکاح کرلے کا فتوی نہیں دیا تھا ' اس واقعہ کا تذکرہ بہت سی کتابوں میں ہی ' اسی طرح حضرت زکریا شہید کئے گئے

اور بہت سے نبی بنی اسرائیل کے عہد میں مارے گئے ہیں ، انہیں انبیا کے متعلق مذکورہ آیت میں اشارہ ہی کہ اگر یہودی اپنے کو اپنے مذہب پر راسخ اور ٹھیک سمجھتے ہیں تو اُنہوں نے بہت سے انبیا کو باوجود اس علم کے کہ وہ نبی ہیں کیوں قتل کردیا — اس سے معلوم ہوتا ہی کہ یہودیوں کا یہہ دعوے صرف زبانی ہی ، عمل اُنہوں نے نہ کبھی شریعت پر کیا نہ کریں ، اور صرف اپنی سہل انکاری کے باعث محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادوں کی تکذیب اور اپنی باتوں کی پچ کرتے تھے ٭

پیارے بیٹے ہارون ! اُمید ہی کہ اس آیت کا مطلب تمہارے ذہن نشین ہوگیا ہوگا ، باقی اور آیتوں کا مطلب پھر بتاؤں گا ٭

تمہاری ترقی عمر و مراتب علمی و مراتب دنیوی کے واسطے درگاہ الٰہی میں الحاح و زاری کرتے ہوئے ، میں ہوں تمہارا خیر طلب

محمد موسیٰ خاں

دتاولی

(منقول از رسالہ علیگڈہ منتھلی بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۷ع)

(نمبر ۲)

میرے لخت جگر ہارون ! خدا تمہارے علم ، عمر ، مدارج دنیوی اور مدارج دینی میں ترقی کرے اور برکت عطافرماے - السلام علیک *

(۱) مجھکو معاف کرو بوجہ ہجوم افکاروعدیم الفرصتی کے تمہارے بعض سوالونکا جواب دینے میں بہت زیادہ دیرہوئی ، تمنے اس سلسلہ کا پہلا نمبر یقین ہی کہ مئی سنہ ۱۹۰۷ ع کی علی گڈہ منتھلی میں دیکھا ہوگا جس میں تمہارے دریافت پر قرآن مجید کی ایک آیت کا مطلب لکھہ چکا ہوں - قبل اس کے کہ تمہارے دیگر سوالات کا جواب دیا جائے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اول موجودہ زمانہ کے مذہبی سوالات کے متعلق کچھہ اصولی بحث کروں *

(۲) آج کل عموماً جوسوالات یا اعتراضات مذہب کے متعلق کیئے جاتے ہیں اُن کی تقسیم تین قسموں پر کی جاسکتی ہی *

۱ — محض اعتراضی سوالات جنسے سائل کا مقصد صرف مذہب کی حقارت کرنا یا ہنسی اوڑانا ہوتا ہی *

۲ — ایسے سوالات جنسے مطلب تحقیقات علمی اور مذہب کی باریکیاں اور نکات کی دریافت ہوتی ہی *

(۳) ایسے سوالات جنکا مدعا رفع اشتباہ یا حصول تسکین قلب ہوتا ہی — ظاہر ہی کہ محض اعتراضی سوالات کرنے والے جن کو ہم نے قسم اول میں شمار کیا ہی ہماری بحث سے بالکل خارج ہیں ، اول تو سائلوں نے ایسے سوالات کے سوچنے میں بے فائدہ اپنا وقت ضائع کیا پھر مجیب اُن کے جواب میں بے نتیجہ وقت ضائع کرنے کی غلطی کا مرتکب ہو اس سے کیا فائدہ — ایسے سوالات کے متعلق کسی فلسفی شاعر کا پر معنی مصرع واجب العمل ہی جو کہتا ہی "آنست جوابش کہ جوابش نہ دہی *

جو سوالات کہ مذہب کے متعلق بنظر تحقیقات علمی اور اُس کی باریکیاں دیکھنے کے واسطے کئے جاتے ہیں اور جن کو میں نے دوسری قسم میں شمار کیا ہی وہ ایسی گروہ کی جانب سے ہوتے ہیں جن کو

مذہب کا یقین ہی یا یقین کی تلاش ہی ، اور جن کے دماغ سائنس
اور فلسفہ کی روشنی سے منور ہوچکے ہیں ، یا فطرتاً اُن کو عامی مذاق
ہی اور اُن کا دماغ فلسفیانہ واقع ہوا ہی ، یہہ گروہ درحقیقت خاص
توجہ کا مستحق ہی ایسی جماعت سے بے اعتنائی کا برتاؤ کرنا عظیم
ترین گناہ ہی — ایسے روشن خیال حضرات سے میں اتنا عرض کرونگا
کہ سائنس اور فلسفہ علوم ظاہر یہہ ہیں اور اُن کا تعلق مادہ سے ہی
اور مذہب کا مخرج خالص روحانیات سے ہی ، جو فرق مادہ اور روح
میں ہی وہی علوم ظاہری اور مذہب میں ہی روح کا تعلق صرف
حال سے ہی اور مادہ استقبال اور ماضی کا محتاج ہی — آپ حضرات
اگر مذہب کی باریکیاں اور نکات دیکھنا چاہتے ہیں تو روحانی آنکھہ
سے دیکھئے نہ کہ فلسفی آنکھہ سے — تیسری قسم کے سوالات کرنے والے
درحقیقت نہایت مبارک اور ذی ہوش لوگ ہیں جن کے سرگروہ
حضرت ابراهیم علیہ السلام تھے جن کو درگاہ رب العزت سے دوست کا
پیارا خطاب عطاہوا تھا ، اب ایسے سوالات کرنے والے دنیا میں نایاب
نہیں تو کمیاب ضرور ہیں *

(۳) آج کل کے تعلیم یافتہ مخصوص یوروپین درسگاہوں کے پڑھے
ہوئے جماعت کے حضرات اول الذکر دوقسم کے سوالات مذہب کے متعلق
کرتے ہیں جوعموما سائنٹیفک اور فلسفیانہ ہوتے ہیں ، اگر سائلین سے
ایسے سوالات کرنے کی اصولی وجہ دریافت کیجائے تو عموما جواب ملتا
ہی کہ قدیم مذہبی خیالات اکثر خارج از عقل اور تقلیدی ہیں اور
ایسے تنگ دائرہ میں محدود ہیں جن کی جانب توجہ کرنے سے
بھی ایک روشن دماغ اور فلسفی آدمی کا جی گھبراتا ہی اور تحقیق
کرنے والی طبیعت تقلید کے اندھیرے میں محدود نہیں رہسکتی
تاوقتیکہ بعد تحقیقات کامل اُس کا ثبوت ذہن نشین نہ ہوجائے ، اُس
کا یہہ بھی قول ہی کہ بلا سمجھے ہوئے مذہبی پابندی میں فطرتی
آزادی سلب ہوجاتی ہی اور ہمارے حوصلے مغلوب ہوجاتی ہیں ،
جس سے دنیا کے کاموں میں سخت نقصان پہنچتا ہی ، معترضین
کا یہہ قول راست معلوم ہوتا ہی کہ جب تک سمجھہ میں نہ آئے
کیسے کسی مذہبی اصول پر عمل کیا جاسکتا ہی اور اُس کو کیسے تسلیم
کیا جاسکتا ہی *

(۴) برخوردار هارون! یقین هی که تمهارے سوالات تیسری قسم
کے هوتے هیں اور تم عموماً ایسی باتیں دریافت کرتے هو جن سے تمهارا
مدعا مذهب کی باریکیوں کا سمجهنا اُس کی اندرونی تحقیقات اور طلب
روشنی هوتا هی — ایسے خیالات کے لوگ بهی هزاروں تحسین کے
مستحق هیں اور میں کہوں گا که اپنے ساتهه هی سوسائٹی کو بهی فائده
پہنچانے والے هیں — لیکن اے جان پدر! انسان فطرتاً اپنے عیوب
سے غافل پیدا کیا گیا هی — آنکهه آله بینائی ضرور هی ' وه اوپر کی
جانب اونچے منتہاے نظر تک پہنچ جاتی هی وه آلات کی مدد سے چاند
کا اندرونی حال دریافت کرسکتی هی اور اُسے سورج کا شعله وار حصه
اور اُس کے پہاڑ دوربین کے ذریعه سے نظر آجاتے هیں — مگر وه آنکهه
جس کی بینائی کو ایسی زبردست قدرت حاصل هی خود اپنے کو نهیں دیکهه
سکتی ' انسان باوجود ایسی زبردست قدرت کے خود اپنے چهره کے
خط و خال دیکهنے سے عاجز هی — همارے مذهبی سوالات کرنے والوں
کا لب لباب یهه هی که وه تقلید کو ناپسند کرتے هیں مگر حقیقت پر
غور کرنے سے ثابت هوتا هی که وه خود علماے سائنس اور فلاسفروں
کی تقلید کے جال میں پهنسے هوئے هیں ' کیوں که ابتدا سے نیوٹن '
ڈارون اور اسپنسر وغیره کے خیالات همارے جدید تعلیم یافته گروه کے
ذهن نشین هوتے رهے اور کسی نه کسی یورپین عالم کے اصولوں کے یهه
لوگ متبع هوچکے هیں جس سے اُن کی خلقی جودت اور فطرتی
اُپج غارت هوچکی — اگر تاریخ پر سرسری نظر ڈالی جاے تو صاف
ظاهر هوتا هی که دنیا میں کتابی کیڑوں سے کوئی عملی کام اور مفید
مسئله ظاهر هی نهیں هوا ایسے لوگ صرف پچهلی لکیر کے فقیر رهے
هیں — ڈارون اگر صرف پچهلی کتابوں کی ورق گردانی کرتا رهتا
اور خالی الذهن هوکر نیچرل هسٹری پر غور نه کرتا تو آج اُس کا نام
ایک بالکل نئی تهیوری پیش کرنیوالوں کی فهرست میں نه هوتا '
اگر اسپنسر صرف ڈارون کا متبع هوتا تو مسئله ارتقا کی وسعت کا سهرا
اُس کے سر نه باندها جاتا — دنیا کے ریفارمروں کی اور محققوں کی
طویل فهرست پر نظر ڈالنے سے یهه دیکهکر حیرت هوتی هی که اُن
میں زیاده تر وه لوگ هیں جنهوں نے پچهلے لکهنے والوں کے اقوال اور
اصولوں کی بهت کم پروا کی هی ' اور وهی لوگ علمی ناموری

کے مستحق ہوئے ہیں جنہوں نے سائنٹفک تھیوریوں پر خالی الذہن ہوکر نکتہ چیں نگاہ ڈالی ہے ، اس کے معنی ہرگز عالمانہ نکتہ چینی کے نہیں ہیں کہ زید کے اصولوں کو عمر کے اصولوں پر ترجیح دی جاے ایسا شخص محقق اور آزاد کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں ہے وہ ایک گڈھے سے نکل کر دوسرے گڈھے میں جا گرتا ہے — موجودہ سائنس کو مکمل سمجھنا اور ہر بات میں اُس کی مطابقت کی کوشش کرنا سخت غلطی ہے — بے شک سر ایزک نیوٹن کا یہہ گمان کہ علم کے بحر ذخار پر اُس کی مثال صرف کنارہ کے چند سنگریزے چننے والوں کی ہے بالکل ٹھیک ہے ، اگر آج سر ایزک زندہ ہوجاے تو اس زمانہ کے نت نئی سائنٹفک معلومات کو دیکھکر حیرت میں رہ جاے — زمانہ گذرتا جاتا ہے اور بہت سے "ناممکن" عملاً ممکن ثابت ہوتے چلے جاتے ہیں - ذرا تم سائنٹفک اور فلسفانہ تھیوریوں کے سلسلوں پر نظر ڈالو اور اُن کے تغیرات دیکھو — قدیم زمانہ میں آسمان کو دلدار مجسم بیان کیا جاتا تھا زمین کے گرد محیط مانا جاتا تھا ، اُس کے بعد ایک گروہ پیدا ہوا اُس نے آسمان کو بجاے دلدار کے لطیف جسم والا سمجھا — جدید تحقیقات کا ادعا ہے کہ آسمان کا وجود ہی نہیں ہے — عجیب بات یہہ ہے کہ ہر زمانہ کے خیالات والے اپنے تھیوری کو قبل واقعہ کے سمجھتے رہے ہیں آج کل کے محققوں کا قول ہے کہ سابق زمانہ کے محققوں کے آلات مشاہدہ اور ذریعہ دریافت ہمارے آلات کی نسبت ناقص تھے — لیکن اس کی کیا ذمہ داری ہے کہ آیندہ زمانہ میں اس سے بھی زیادہ عمدہ آلات موجود نہ ہوجائیں اور آسمانوں کی موجودہ تھیوری باطل نہ ہوجاے ؀

ایسے خیالات تک پہنچنے کے بعد ضرور یہہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ قانون قدرت کی انتہا سے نوع بشر ناواقف محض ہے — بے شک ہم مجبور نہیں ہیں کہ پچھلے مذہبی اصولوں کو بلا تحقیق کامل خواہ مخواہ تسلیم کریں — لیکن ہم کو اس پر بھی اصرار کرنا نہیں چاہئے کہ جو اصول موجودہ سائنٹفک تحقیقات سے (جس کی انتہائی ہونے کا ہرگز یقین نہیں ہے) مطابق نہیں ہے وہ تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہے ، ممکن ہے کہ جو بات آج کے علمی اصولوں سے مطابقت نہیں کھاتی چند روز کے بعد ایسے علمی طریقوں کا

پتہ چل جائے جن سے وہ بات پورے طور پر مطابق ہوجائے، اور یہہ بھی ممکن ہی کہ ایسی دریافت ہمارے بعد ہو — پس ہم جس بات کو سمجھنا چاہیں ہمکو چاہئے کہ تحقیقات کی تمام تھیوریوں کو بھلا دیں اور خالی الذہن ہوکر اُس پر غور کریں *

(۵) پیارے بیٹے ہارون ! اس طویل لیکن ضروری تمہید سے یہہ ہرگز مت سمجھنا کہ مقدس اور سچے مذہب اسلام کے اصول سائنس اور فلسفہ کے سامنے اپنی روشنی ظاہر کرنے سے عاجز ہیں — نہیں ہمارا پاک محمدی مذہب ایک فطرتی مذہب ہی اور اس کے صلاے عام تمام بنی نوع بشر کے واسطے ہی ، اس میں یہہ حیرت انگیز خوبی ہی کہ جیسا وہ ایک جنگلی بدو اور گنوار کی سمجھہ میں آسکتا ہی اور ایک جاہل قوم کی اپنے اصولوں سے تسکین کرسکتا ہی ویسا ہی ایک فلسفی اور سائنس داں گروہ کو اپنے اصول سائنس اور جدید تحقیقاتوں سے مطابق کرکے حیرت میں ڈالدیتا ہی *

(۶) برخوردار ! معاف کرو تمہید ذرا طویل ہوگئی اب میں تمہارے سوالات کے جوابات شروع کرتا ہوں — تمنے اپنے ایک خط میں نہایت اہم اور فی زماننا نہایت ضروری ایک آیت کا مطلب دریافت کیا جس کے الفاظ یہہ ہیں " لایتخذون المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین " (معنی : نہ پکڑیںگے مسلمان کافروں کو دوست سواے مسلمانوں کے) یہہ آیت اور اس کے معنی نہایت غور کے قابل ہیں اور محض سطحی طور پر دیکھنے سے اور بتعمق نظر ڈالنے سے بڑا فرق معلوم ہوتا ہی — اصل یہہ ہی کہ دوستی کی دو بڑی قسمیں ہیں ایک تو ایسی دوستی جس کا اثر دین اور دنیا دونوں پر پڑتا ہی مثلاً کسی سے ایسی دوستی ہی کہانے ، پینے ، معاملات تجارت ، مذہب ، عبادت اور اعتقاد سب کو دونوں دوست یکساں بہتر یا بدتر جانتے ہیں ؛ دوسری قسم کی دوستی یہہ ہی کہ سواے معتقدات اور روحانیات کے دیگر امور دنیوی میں دوستی ہی ، اس آیت کے اول و آخر پر غور کرنے سے نیز دوسرے مقامات پر قرآن مجید کی اس مضمون کی آیتوں سے صاف پایا جاتا ہی کہ کفار کے ساتھہ صرف محبت فی الدین کی مسلمانوں کو ممانعت کی گئی ہی جو ہر ایک سمجھدار انسان کے نزدیک

اپنے مقدس اور سچے عقائد کي نگراني کے واسطے زندگي سے بهي زيادہ ضروري شے هي — جو لوگ صرف سطحي خيال رکهتے هيں اور روحانيت کي کم پروا کرتے هيں وہ بهي اگر سمجهه اور غور سے کام ليں گے تو کم ازکم اس نتيجه پر ضرور پهونچينگے که اس مطلب ميں قرآن مجيد کي اپنے پيرووں کو يهه هدايت که کفار سے ايسي دوستي مت کرو جس سے تمهارا دين هاتهه سے جاتا رهے، مسلمانوں کي "قوميت" کي حفاظت کے واسطے کسقدر اهم اور ضروري حکم هی — سرسيد احمد خاں عليه الرحمة نے بهي اپني تفسير ميں اس آيت سے يهي مطلب ليا هي چنانچه آيت مذکور کي تفسير ميں مرحوم تحرير فرماتے هيں "...... تمام آيت پر غور کرنے سے ظاهر هوتا هي که اس ميں کافروں کے ساتهه محبت يا دوستي في الدين ممنوع هی يعني کافروں سے اس وجه سے دوستي و محبت کرنا که اُن کا دين اچها هی منع بلکه کفر هی —" پهر اس کے ثبوت ميں سيد صاحب مغفور لکهتے هيں "يهه تخصيص خود اس آيت سے ظاهر هی کيونکه اس ميں فرمايا هی ـ "ومن يفعل ذالک فليس من الله في شي" جس سے اُس دوستي کرنے والے کا کفر لازم آتا هی اور يهه هو نهيں سکتا جبتک که وہ محبت منجر به کفر نه هوا" وہ منجر به کفر هو نهيں سکتے جب تک که تحسين في الدين نه هو اور همارے محترم مذهبي رفارمر سر سيد عليه الغفران نے يهي لکها هی که امام فخرالدين رازي مولف تفسير کبير نے بهي يهي تسليم کيا هی جو اپنے زمانه کے مسلمانوں ميں بهت بڑے محقق اور فلسفي عالم گزرے هيں اور اب بهي دنيا کے مسلمان اُن کو ايک مقدس مذهبي رهنما سمجهتے هيں — اس آيت سے يهه سمجهنا که مسلمانوں کو کفار سے دوسري قسم کي بهي دوستي کي يعني سواے مذهبي اور روحاني معاملات کے ديگر امور دنيوي ميں بهي محبت کرنے کي ممانعت کي گئي هی نه صرف سخت غلطي هی، بلکه خلاف احکامات قرآني بهي هی — دوسري قسم کي دوستي يعني امور دنيوي ميں محبت اس کي سب سے بڑهکر وہ قسم هی جس کو اصطلاح ميں " هم پياله و هم نواله " کہتے هيں — ايسي بهي زيادہ دنيوي محبت کي سچي اور خوبصورت اور سب سے زيادہ صاف اور مضبوط خلوص کي تصوير خاوند اور جورو کي محبت هی — ظاهر هي که اس محبت سے زيادہ دلچسپ اور کوئي

محبت اس جہان میں نہیں ہی – ہمارے پاک قرآن نے مسلمانوں کو مذکورہ بالا دونوں قسم کی محبت کی یہود اور نصاری سے صریح الفاظ میں اجازت دی ہی ، چنانچہ چھٹے سپارہ لایحب اللہ میں سورہ مائدہ کے پہلے رکوع کی آخری آیت کے الفاظ یہہ ہیں " الیوم حل لکم الطیبات و طعام الذین اوتوالکتاب حل لکم و طعامکم حل لہم والمحصنات من المومنات والمحصنات من الذین اوتوالکتاب من قبلکم" آج تم کو حلال کردی گئیں پاک چیزیں اور کھانا اہل کتاب کا تم کو اور تمہارا کھانا اُن کو حلال کیا گیا ، اور پاک مسلمان عورتیں اور عورتیں اُن لوگوں سے جو تم سے پہلے صاحب کتاب ہیں – کیا اس سے زیادہ صاف اور صریح دوستی کی مسلمانوں کو اجازت ہوسکتی ہی – پھر ہو ایک جگہ مخصوص عیسائیوں کے ساتھہ دوستی رکھنے کے واسطے صاف قرآن مجید میں ایک آیت موجود ہی جہاں کہا گیا ہی " ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوالذین قالوانانصری ذالک بان منہم قسیسین و رہبانا و انہم لایستکبرون" یعنی اور البتہ محبت کے واسطے قریب تر پاوے گا تو مسلمانوں کے اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاری ہیں یہہ اس لئے کہ اُن میں قسیس اور رہبان ہیں اور وہ نہیں تکبر کرتے (سورہ مائدہ رکوع ۱۱) – بلا شبہ یہہ مراعات مخصوص اہل کتاب کے ساتھہ ہیں ، لیکن ایسے غیر مذہب والوں سے جن سے اور مسلمانوں سے کچھہ دینی بات پر لڑائی تکرار نہ ہو ہمارے مقدس الہامی کتاب میں ہر قسم کے سلوک کی اجازت موجود ہی ، دیکھو ۲۸ سپارہ قدسمع اللہ سورہ ممتحنہ رکوع دوم جہاں مسلمانوں سے کہا گیا ہی – "لاینہکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروہم وتقسطوا الیہم ان اللہ یحب المقسطین" – خدا تم کو نہیں روکتا اُن لوگوں سے جو تم سے نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا یہہ کہ تم اُن کے ساتھہ نیکی کرو اور اُن کے ساتھہ انصاف کرو خدا منصفوں کے ساتھہ محبت کرتا ہی – اگر تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو ابتدائی زمانہ کے مسلمانوں کا ہمیشہ اسی اصول پر عمل رہا ہی – کفار مکہ کے مظالم سے تنگ آکر حضرت سرور کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہ مسلمان مرد اور چار مسلمان عورتوں کو ملک حبش میں ہجرت کرجانے کا حکم دیا – یہہ واقعہ نبوت کے پانچویں سال سنہ ۶۷۵ ع کا ہی – یہہ چھوٹا سا مسلمانوں کا گروہ اسو کردگی حضرت

جعفر طیار رحمۃ اللہ علیہ عیسائی مذہب کے بادشاہ نجاشی کی سلطنت میں ابی سینیا کو چلا گیا پھر اور بھی مسلمان وہاں پہونچ گئے اور یہہ سب جب تک اُس ملک میں رہے نہایت امن و امان سے دیگر رعایا حبش کے ساتھہ ملے جلے رہے — بزرگان ہجرت اولاً نجاشی کا برابر ادب اور اطاعت کرتے رہے اور دوسرے معززین ملک سے ملتے جلتے تھے — ہر قسم کی دوستی اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے — بادشاہ اور رعایا سب ان نو وارد مسلمانوں سے نہایت راضی اور خوش تھے — اسی طرح جب وہب ابو کبشہ رضی اللہ عنہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے چین کو اسلامی مشن لے کو تشریف لے گئے ہیں تو اُس ملک کا بادشاہ بودھ مذہب کا پیرو تھا — حضرت ابو کبشہ رضی اللہ عنہ دو مرتبہ چین کو گئے اور اخیر پر وہیں رہ پڑے ' اُن بزرگوار کے فیض سے بہت سے چینی زیور اسلام سے مشرف ہوے اور تیرہ سوبرس سے زیادہ عرصہ سے اہل اسلام کی ایک بڑی تعداد بطور رعایا کے چین کی سلطنت میں نہایت وفادارانہ طریقہ سے بسر کر رہی ہی اور برابر ترقی کر رہی ہی چین کے مسلمان ہمیشہ اپنے ملک کے دیگر مذاہب کے دوست رہے ہیں اور دیگر اہل مذاہب ہمیشہ اپنے ہم وطن مسلمانوں کے مداح اور ثنا خوان رہے ہیں — تاریخ میں اور بھی صدہا اس قسم کی مثالیں بتائی جاسکتی ہیں ' اس سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ آیت " لایتخذون المومنون الکافرین اولیاء من دون المومنین " میں مسلمانوں کو تولاقی الدین کی ممانعت کی گئی ہی — اور باقی دنیوی محبت اور خلوص کی کہیں ممانعت نہیں *

(منقول از رسالہ علی گڈہ منتہلی بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۰۷ ع)

ضمیمہ نمبر ۳

ترقی کی رو

(کیا نسل انسان ترقی کر رہی ہے؟)

یہہ ایک سوال ہے ' جو موجودہ زمانے کے ہر سمجھدار آدمی کے پیش نظر ہے ' اور ہر غور کرنیوالی طبیعت کا کچھہ وقت اس میں صرف ہو جاتا ہے ' اکثر طبیعتیں اس کا جواب اثبات میں دیتی ہیں یہہ جواب اُن کا ایک حد تک تسلی بخش بھی ہے ' جو عیش و آرام نہایت آسانی سے بیسویں صدی کے عوام الناس کو تھوڑے سے صرف میں حاصل ہیں ' وہ قدیم زمانے میں شہنشاہوں کو بڑے بڑے خرچوں سے بھی میسر نہیں آتے تھے ' ریل ' موٹرکار ' بائیسکل ' اور سب سے بڑھ کر غبارے نے ہر شخص کو تخت سلیمان میسر کردیا ہے ' ایک صدی پیشتر ہندوستان کے شرقی باشندوں کو اسی ملک کے غربی باشندوں اور اُن کے صوبے کے حالات سے آگاہی حاصل کرنیکے واسطے کم از کم ایک ربع سال کا انتظار کرنا پڑتا تھا ' مگر اب ہم منٹوں میں کرۂ ارض کے گرد کا حال معلوم کرسکتے ہیں ' ابھی رفتار ترقی میں کمی نہیں ہوئی ہے ' بلکہ نت نئے اختراعات اور معلومات سے ثابت ہوتا ہے کہ ہنوز ذخیرۂ قدرت سے ہم کو بہت کم حصہ ملا ہے ' متجسس اور منصف طبیعت حیرت سے قرآن پاک کی اس آیت کی دل سے تصدیق کرنے پر مجبور ہوجاتی ہے ' جہاں تیرہ سو برس پیشتر فرما دیا گیا تھا " وما أوتيتم من العلم الا قليلا " آج ایک گروہ اسٹیم سے کام لیتا ہے ' کل وہی مطلب ایلکٹرک پاور سے حاصل ہوتا ہے ' ایک اور گروہ ایتھر سے کام لینے کی کوشش میں منہمک ہے ' رونٹجن کثیف اجسام کے پار جانے والی شعاعیں دریافت کرتا ہے۔ ایڈیسن قوت ناطقہ اور سامعہ کو ایک بے جان آلے میں پیدا کر دیتا ہے ' ملکوں میں اسٹیم سے مصنوعی آندھی پیدا کی جاتی ہے اور اُس کے ذریعہ سے جرمنی کے شہروں میں ایک محلے سے دوسرے محلے میں ڈاک تقسیم کی جاتی ہے — غرض روپیہ پیدا کرنے اور انسانی کاموں

میں آسانی مہیا کرنے کے صدہا ذرایع دنیا میں بذریعہ علم دریافت هورهے هیں — کیا یہہ هماری ترقی کے ثبوت نہیں هیں ؟ کیا اس پر بهی هماری ترقی سے انکار کیا جاسکتا هی — باوجود مذکورہ عام دلائل کے همارے خیال میں ابهی اس سوال کے تصفیہ کے واسطے مزید غور کی ضرورت هی اور اثبات میں جواب دینا محض سرسری اور سطحی غور کا نتیجہ هی — کیا هماری پیدایش کی غایت صرف یہی دنیوی آرام هی اور بس ؟ یہہ ایک دوسرا سوال هی جو ایک سمجهہ دار دماغ میں اس نتیجے تک پہنچنے کے بعد پیدا هو تاهی — ان سوالوں کے تصفیہ کے واسطے هم کو ذرا تامل سے عقلاے زمانہ کے زریں مقولوں کا ذخیرہ ٹٹولنا چاهیئے — جہاں تم ایک وسیع سلسلہ ایسے اقوال کا پاؤگے جن کا مطلب اور لب لباب یہہ هوگا کہ " آیندہ کی فکر اور نتیجے پر غور کرکے کسی کام میں هاتهہ ڈالو اور کوئی فیصلہ کرو " جن لوگوں نے ان اصولوں کو پیش نظر رکهہ کر کوئی کام یا تصفیہ کیا هی ' وہ دنیا میں آج معراج ترقی کی اعلیٰ سیڑهی پر پہنچ گئے هیں — اس قاعدے کے واجب‌العمل سمجهنے کے بعد جب کوئی طبیعت ایک جانب اس رفتار ترقی اور بقی نوع انسان کی دنیا میں اس درجہ مصروفیت اور دوسری جانب روحانی حالت کی جانب سے بےپروائی کو دیکهتی هی تو وہ ضرور اس نتیجے پر پہونچتی هی کہ دنیاکی ترقی کے چمکتےهوئےسورج کی شعاعوں نے نوع انسان کی اعلیٰ ترین نسل کو اس قدر مسمرائزڈ کردیا هی جس سے یہہ بات ان کی سمجهہ هی میں نہیں آتی کہ یہہ سب صرف مادی ترقیاں اور چند روزہ راحت و آرام هیں وہ اس خودرگی میں آکر اس موقوتی ترقی میں اس درجہ منہمک هوگئے هیں ' گویا ان کو اس چند روزہ دنیامیں لازوال مدت رهنا هی ' ان خیالات کے بعد ایک سمجهدار آدمی ضرور اعتراف کریگاکہ اس ترقی سے نسل انسانی کو شدید ترین روحانی صدمہ پہنچاهی — هم ایسے شخص کو ضرور کم عقل سمجهینگے جو قدرت کی ان دنیوی فیاضیوں سے فائدہ حاصل کرنے سے مخلوق کو باز رکهنے کی کوشش کرے — نہیں همکو اس دهن میں بهی اپنی توجہ صرف کرنی چاهیئے ' اور ضرور حتی‌الامکان آرام و آسایش کے ذرایع حاصل کرنے چاهیئیں ' لیکن اے نسل انسانی ! همکو صرف اتنا هی خوف هی کہ کہیں تم بالکل اسی میں پهنسکر مت رهجانا ' جس سے بجاے سلامتی سے کنارہ پر پہونچ

جانے کے ڈوب جانے کا اندیشہ ہے — ہر غور کرنے والی طبیعت نسل انسان کی ترقی روحانی کی جانب سے اس غفلت کو نظر حسرت و افسوس سے دیکھ رہی ہے - بنی آدم ! گو تو اپنے آپ کو قوی ترین مخلوق سمجھتا ہے ، مگر جان لے کہ تیرے ہر متنفس کو کسی نہ کسی روز اس چند روزہ جہاں سے کوچ کرکے عالم روحانی میں ہمیشگی کے واسطے ضرور جانا ہوگا ، کیا تونے اپنی روح کو بارام ویکسو رہنے کی عادت ڈالی ہے ؟ کیا تیرا کوئی وقت ایسا بھی ہوا ہے ، جو تونے تمام دنیوی خیالات کو یکسو کرکے اپنے روحانی اعمال کی خرابی اور عمدگی پر خیال کیا ہو ؟ اگر ایسا نہیں ہے تو تیری حریص اور طامع روح ، جس کو نت نئے آرام کی فکر سے کسی وقت مہلت نہیں ہوتی ، اور جو اخلاقی برائیوں اور دنیوی مکروہات سے ملوث ہوکر بالکل تاریک اور اندھی ہو رہی ہے ، جبکہ عالم روحانی میں زنگ آلود اور نابینا پہنچیگی تو خیال کرو کہ اُسکو کسقدر تکلیف ہوگی !! اور یہہ روحانی تکلیف کا غیر معین زمانہ = العظمة اللہ !!! - یہہ سنسنی پیدا کردینے والے خیالات ضرور اس قابل ہیں کہ موجودہ نسل انسانی کی تعلیم یافتہ جماعت کسی وقت اسپر غور کرے — ہاں یہہ ایک سرسری تشفی بخش خیال ضرور ہے کہ بس ہماری زندگی ہی نہیں ، بلکہ ہمارا وجود اور اُس کے متعلق فوائد و نقصانات بھی صرف اُسوقت تک ہیں ، جب تک ہم اس دنیا میں زندہ ہیں ، لیکن یہہ صرف سطحی اور دلخوشکن خیالات ہیں ، کیا ایسی مفیداور بکار آمد مخلوق کی ابتدا اور انتہا صرف چند سال ہے ؟ ہرگز کوئی سمجھدار اس کو قبول نہیں کریگا ، بہت سے عقلا تسلیم کرگئے اور کرتے ہیں کہ اس مادی زندگی کے بعد ضرور ہماری کوئی اور زندگی ہونے والی ہے ، بقاے روح کا مسئلہ قریبا طے شدہ ہے ، دنیا میں پیدا ہونے سے پہلے تم کیا تھے ؟ اب کیا ہو ؟ اور آیندہ کیا ہوگے ؟ یہہ ایسے عمیق سوالات ہیں ، جن پر غور کرنے سے انسان کو روحانی حالت کا کچھہ پتہ چلسکتا ہے ، کتنے ہیں جنہوں نے ان سوالات پر غور کیاہے ؟ جس زبر دست اور نہ مغلوب ہونے والی قدرت نے ہم کو ایسی حالت سے ، جس کا کچھہ یقینی علم نہیں ہے نکالکر موجود کو دیا ، اور جو زبردست قدرت روزانہ کروڑہا ہمارے ابنائے جنس کو آنکھوں کے سامنے سے معدوم کرتی رہتی ہے ،

پوری احتیاط سے ادا کی جاے تو زیادہ سے زیادہ بالاوسط فی نماز پندرہ منٹ صرف ہونگے — جس کی میزان ایک دن رات میں سوا گھنٹہ ہوگیا ؟ ہم جو دنیوی ترقی کی دھن اور اُس کی طیاری میں دن رات کے پورے تئیس گھنٹے صرف کردیتے ہیں ' اگر ترقی روحانی کے واسطے اس قدر قلیل عرصہ صرف کردیا کریں تو کتنا بڑا فائدہ ہو ' جبکہ دنیوی ترقی کی تگ و دو میں ہمارا اتنا وسیع وقت صرف ہوجاتا ہی ' تو کیا یہہ صریح بے انصافی اور روح پر ظلم نہیں ہی کہ اُس کی آسایش کے واسطے جو اتنے تھوڑے وقت صرف کرنے کی ہم کو ہدایت ہی ' اُس میں بھی ترمیم کی خواہش کی جاے ؟ اور پورے تئیس گھنٹے جن میں سے بڑا حصہ اخلاقی کمزوریوں میں صرف ہو جاتا ہی ' اُس میں بیشی کرنے کے واسطے قلیل جزو وقت متعلق تقویت روحانی کی جانب بھی دست درازی شروع کردی جاے ' روحانیت کیا ہی ؟ جس کا حقیر ترین قابلیت ایلکٹریسٹی اور ایتھر ہی ' جس سے دنیا میں کیا کیا فوائد حاصل کئے جارہے ہیں ' اور حاصل ہونے کی اُمید ہی ' ایسے جوہر لطیف کی ترقی اور درستی میں یہہ غفلت !! کیا یہہ عقلمندی کے نشان ہیں ' اور کیا ایسے رکیک خیالات کے بعد بھی ہم یہہ کہنے کے مستحق ہیں کہ " دنیا ترقی کررہی ہی ' اور ہم بھی ترقی کی کشتی میں سوار ہیں — اے میرے پیارے ہم نسل انسانو ! تم صرف دنیوی ہی ترقی سے مگن نہ ہوجاؤ ' اور اسی پر قانع مت ہوجاؤ ' بلکہ تم کو روحانی تقویت ' سلامتی اور ترقی کے ذرایع کی جانب بھی اپنی توجہ مبذول کرنی چاہیئے ' ورنہ بعد اُس مدت کے جب کہ تم عالم مادی کو چھوڑوگے تمہارا جوہر لطیف (یعنی روح) نہایت تکلیف اور اذیت میں مبتلا ہوجائیگا — خدا تمام بنی نوع انسان کو روحانی تکالیف سے بچائیے — اور ہم کو نیک توفیق عطا فرمائیے — " ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذهديتنا و هب لنا من لدنک رحمة انک انت الوهاب " *

مراد ما نصیحت بود گفتیم * حوالت باخدا کردیم و رفتیم

موسیٰ خاں
دتاولی ضلع علیگڈھ
۵ مئی سنہ ۱۹۰۵ ع

(منقول از رسالہ علیگڈھ منتھلی بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۰۵ ع)

وہ ضرور ایک دن ہمکو بھی معدوم کر دیگی' خواہ کیسے ہی جتن کئے جائیں ' کیا ہمکو یقین کرنے کی کوئی وجہ اور ثبوت کے واسطے ہمارے پاس کوئی دلیل ہی کہ اُس زبر دست قدرت میں ایسی طاقت نہیں ہی ' جس سے ہمکو معدوم کرکے پھر موجود کردے — حالانکہ وہ ہمکو عدم سے وجود میں لاچکی ہی' نیچرل سائنس کا قریبا یہہ متفق علیہ مسلمہ ہی کہ " کوئی شے بالکل فنا نہیں ہوسکتی — صرف ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی ہوتی رہتی ہی " اور یقین ہی کہ ان سے انکار کرنے کی کسی کے پاس بالکل وجوہات نہیں ہونگے پھر ہماری سمجھہ میں نہیں آتا کہ روحانی ترقی کی کوشش کی جانب سے اور اُس کے اُصولوں سے کیوں بے پروائی برتی جاتی ہی — کیا ایسے لوگ مآل اندیش کے مبارک لقب کے مستحق ہوسکتے ہیں — ہمارے مقدس مذہب اسلام نے ہمکو نہایت عمدہ درمیانی اُصول بتایا ہی ' نہ تو ہمکو بالکل رہبانیت ہی کی زندگی بسر کرنے کو مجبور کیا گیا ہی ' اور نہ بالکل دین یعنی روحانیت کی جانب سے بیخبر ہوجانے کی — بلکہ جہاں ایک جانب ہمیں درستی حالت روحانی کے واسطے خاص وقتوں میں نماز روزہ فرض کیا گیا ہی ' وہیں اس خیال سے کہ کہیں ہم بالکل کاروبار دنیوی سے غافل نہ ہوجائیں ' چند خاص اوقات ایسے بھی رکھے گئے ہیں جن میں نماز روزہ † مطلق حرام کردیا گیا ہی ' ایک منصف آدمی اس گہری حکمت کو غور سے دیکھنے کے بعد ضرور اسے مقدس مذہب کو نہایت حکیمانہ مذہب سمجھے گا ' قرآن مجید میں جو دعا ہم کو سکھائی گئی ہی ' اور جس کو ہم پانچوں وقت نماز میں پڑھتے ہیں ' اُس کی عربی عبارت یہہ ہی " ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار " — اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ ہم کو دنیا اور دین یعنی مادی اور روحانی دونوں فوائد کے حصول کی کوشش کرنی چاہیئے ' اور اُس میں خدا سے برکت مانگنی چاہیئے روحانی حالت کی روزانہ درستی اور تازگی کے واسطے صرف پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی ہی ' جو اگر

---

† اسلام میں ٹھیک طلوع ' غروب اور جبکہ دو پہر کو سورج ٹھیک سر پر ہو ' نماز پڑھنا حرام ہی ' ایسے ہی عیدالفطر کے روز اور عیدالضحیٰ میں نویں سے تیرہ تک روزہ رکھنا حرام ہے *